بیائے کرام
فیروز سنز

# انبیائے کرامؑ

انبیائے کرامؑ کے حالاتِ زندگی
قرآنِ حکیم کی روشنی میں

مقبولؔ انور داؤدی

فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور ، راولپنڈی ، پشاور ، منگلا ، حیدرآباد ، کراچی

پانچویں بار ———— 1968
تعداد ———— دو ہزار
طابع و ناشر ———— عبدالحمید خان
مطبوعہ ———— فیروز سنز لمیٹڈ - لاہور

قیمت: ———— 1.50

# فہرس

# پیش لفظ

خداوند کریم نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور انھیں نیکی کے راستے پر چلانے کے لیے ہر زمانے میں اپنے پیغمبر اور رسول بھیجے جنھوں نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ خدمتِ خلق کے لیے وقف کر رکھا تھا اُن کے اس وعظ و نصیحت پر قوموں نے انھیں بُرا بھلا کہا، تکلیفیں دیں، مذاق اُڑایا۔ ٹھٹھے کیے اور اپنے آباؤ اجداد کے طریق پر کاربند رہنے پر مصر رہے۔ آخر خدا نے ان نافرمان اور سرکش لوگوں پر اپنے عذاب نازل کیے اور یہ لوگ اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ و برباد ہوتے رہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دُنیا کی کوئی قوم اور بستی ایسی نہیں جس میں اُس نے اپنا نبی اور رسول نہ بھیجا ہو۔ کیونکہ خدا اپنی مخلوق سے پیار رکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ وہ شیطان کے پھندے میں پھنس کر اپنی عاقبت کو خراب کریں اور دوزخ کا ایندھن بنیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دُنیا میں ہمارے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے پہلے لاکھوں پیغمبر اور رسول آئے جن کے ناموں اور حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن ہر مسلمان کے لیے فرض ہے کہ وہ ان رسولوں پر ایمان لائے۔ کچھ انبیائے کرام کے تذکرے قرآنِ حکیم میں موجود ہیں، ان میں سے بعض کے حالات بہت ہی مختصر ہیں جنھیں نظر انداز کر دیا گیا ہے بعض ایسے ہیں جن کے حالات دوسرے انبیائے کرام سے متعلق ہیں۔ اس لیے ان کا تذکرہ اُن کے ضمن میں کر دیا گیا ہے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السّلام اور حضرت یوسف علیہ السّلام۔ حضرت زکریا علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام۔ بعض انبیائے کرام جن کا ذکر قرآن حکیم میں موجود نہیں،

انھیں صرف اس لیے نظر انداز کرنا پڑا کہ ہم یہاں صرف وہی واقعات درج کرنا چاہتے ہیں جن کی قرآن نے تصدیق کی ہے مگر ان کے حالات ایسے نہ تھے کہ ان کو باقاعدہ طور پر ترتیب دیا جاسکتا۔ یا وہ بہت ہی مختصر تھے۔

اس سے پہلے انبیائے کرام کے متعلق جو کتب چھپ چکی ہیں ان میں افسانہ طرازی سے کام لیا گیا ہے اور بعض مصنفین نبیوں کی ذاتِ گرامی کے ساتھ ایسے فرضی قصّے منسوب کر دیتے ہیں جن سے ان برگزیدہ ہستیوں کی توہین کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے سُنی سنائی باتوں پر زیادہ انحصار کیا۔

ہم نے اس کتاب میں جن انبیائے کرام کا تذکرہ کیا ہے، ان کے وہی حالات درج کئے ہیں جن کی قرآن حکیم نے تصدیق کی ہے اور آخر میں حضرت نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ کی حیاتِ پاک کو واقعات کی روشنی میں مختصراً قلم بند کیا ہے کیونکہ آپ کی حیاتِ پاک کا ہر گوشہ دُنیا کے سامنے ہے۔

اِس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ خداوند تعالیٰ نے دُنیا کو راہ ہدایت دکھانے کے لیے اپنے نبی بھیجے لیکن جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہوئے۔ یہ داستانیں ہمارے لیے نہایت عبرت ناک ہیں اور ضرورت ہے کہ ہم اُن سے سبق حاصل کریں اور اُس راستے پر چلیں جس پر چلنے کے لیے خدا نے حکم دیا ہے تاکہ ہم نافرمانوں اور سرکشوں میں شمار نہ کیے جائیں۔

اُمید ہے کہ یہ کتاب پڑھے لکھے طبقے میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے پڑھی جائے گی اور اگر اس سے کسی ایک بھی شخص نے کوئی اثر قبول کیا تو یقیناً ہماری یہ محنت رائگاں نہیں جائے گی۔

داؤدی

# حضرت آدم علیہ السلام

زمین و آسمان، سورج، چاند اور ستارے، دریا، سمندر اور پہاڑ سبھی کچھ موجود تھا۔ لیکن کوئی ایسی طاقت دنیا میں موجود نہ تھی جو قدرت کے ان عطیوں سے فائدہ اٹھائے، زمین اور سمندر کا سینہ چیرے اور دریاؤں اور پہاڑوں کو عبور کرے۔ سورج اور چاند سے آنکھیں ملائے اور ستاروں سے آنکھ مچولی کھیلے، کیونکہ اس وسیع و عریض کرۂ ارض پر کہیں کوئی آبادی نہ تھی اور دنیا سوئی پڑی ہوئی ان سب چیزوں کے ہونے مگر ایک انسان کے نہ ہونے سے اس دنیا میں کوئی دلچسپی اور خوبصورتی نہ تھی

## آدم کی پیدائش

جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو آباد کرنے کا ارادہ کیا، تو اس نے اپنے اس ارادے کا ذکر فرشتوں سے کیا اور فرمایا کہ "میں اس دنیا میں اپنا ایک نائب (خلیفہ) بنانا چاہتا ہوں"۔ اس پر فرشتوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کی "اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری حمد کے گیت گاتے رہتے ہیں تو ایسے انسان کو پیدا کرنا چاہتا ہے

جو دنیا میں فتنہ و فساد اور خونریزی پھیلائے گا - اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "جو میں جانتا ہوں - وہ تم نہیں جانتے" فرشتوں نے اعتراف عجز کیا اور خاموش ہو گئے -

اللہ تعالیٰ نے مٹی سے آدم کے وجود کو بنایا اور اس میں روح داخل کر کے اس کو گوشت پوست کا ایک چلتا پھرتا انسان بنا دیا۔ اب خداوند کریم نے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے علم سکھایا اور کچھ چیزوں کے نام اور خواص بتا دیئے پھر فرشتوں سے ان چیزوں کے نام دریافت کئے - انھوں نے عرض کی "ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے - جتنا علم تو نے ہم کو دے رکھا ہے!" آدمؑ سے پوچھنے پر اس نے نہایت صحیح جواب دیئے - اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا - کہ "میں نہ کہتا تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں - تم نہیں جانتے - اور میں تمہارے ظاہر اور پوشیدہ تمام بھیدوں سے واقف ہوں"۔

اب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس بندۂ خاکی کے آگے جھک جاؤ اور سب فرشتے تو فرمانِ خداوندی کے مطابق آدمؑ کے آگے جھک گئے - مگر ابلیس نے جو دنیا میں شیطان کے نام سے مشہور ہے - سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر و غرور میں آ کر کہا کہ ناری ہو کر میں ایک خاکی کے سامنے کیسے جھک سکتا ہوں -
اس پر خداوند تعالیٰ نے شیطان کو مردود قرار دے کر اپنے دربار سے

نکال دیا۔

شیطان نے خدا سے مہلت طلب کی کہ "جس کے لئے تو نے میری تمام عمر کی عبادت کو برباد کر دیا۔ میں اس کو اور اس کی اولاد کو ہر طریقے سے راہ ہدایت سے بھٹکاؤں گا۔ اور بہکاؤں گا"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "جاؤ تم جو جی چاہو کرو ۔ جو لوگ تیری پیروی کریں گے۔ میں ان سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ لیکن دنیا میں میرے ایسے بندے بھی ہوں گے جو تیرے فریب میں نہیں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے۔ ایسے لوگ ہی جنت کے حقدار ہیں۔ جہاں بہترین نعمتیں موجود ہیں اور جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں"۔

آدم علیہ السلام کی دل بستگی اور تنہائی کو دور کرنے کے لئے حضرت حوّا کو بھی پیدا کیا اور ان دونوں میاں بیوی کو حکم دیا کہ "جنت میں جا کر رہو اور جو تمہارا جی چاہے کھاؤ پیو۔ لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔ اس 'فلاں' درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ تم ظالموں میں گنے جاؤ گے"۔

آدمؑ اور حوّا بڑے سکھ چین اور مزے سے جنت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ جنت جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ "اس میں راحت ہی راحت ہے۔ یہاں کوئی دکھ اور تکلیف نہیں۔ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں"۔

## جنّت سے نکلنا

آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ ہی ابلیس کو انسان سے دشمنی پیدا ہو گئی تھی۔ اسی انسان کے باعث اس کی صدیوں کی عبادت برباد ہوئی اور خدا کا مقرّب فرشتہ ہوتے ہوئے بھی بارگاہ خداوندی سے ذلیل کر کے نکالا گیا۔ اس لئے وہ اس کوشش میں مصروف رہنے لگا کہ کسی طرح آدم کو جھکمہ دے کر اپنے دل کی خلش دور کرے۔

شیطان نے آخر بڑے حیلوں بہانوں سے حضرت حوّاؑ کو پھسلا کر اس درخت کے قریب جانے پر آمادہ کر لیا۔ جس کے قریب جانے سے خدا نے خاص طور پر منع فرمایا تھا۔ اور کچھ بحث و تکرار کے بعد حضرت آدم علیہ السلام بھی اس پر راضی ہو گئے۔ جب وہ اس درخت کے پاس گئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ننگے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کی نافرمانی کی سزا تھی۔

اب آدم اور حوّا کو اپنی غلطی اور گناہ کا احساس ہوا اپنے اس فعل پر بہت نادم اور پشیمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "میں نے تمہیں پہلے ہی منع کر دیا تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا" اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس پر آدم و حوّا نے بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑا کے کہا "اے اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو بھی ہمیں معاف نہیں کرے گا تو ہم بڑے ہی گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اب تم جنت سے نکل جاؤ، اور زمین پر جا کر رہو۔ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بسایا جاتا ہے اس کے بعد پھر لوٹائے جاؤ گے اور تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔"

اب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور حواؑ کو دنیا پر اتار دیا۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے بہت دور تھے۔ مدتوں وہ اکیلے دنیا میں حیران و پریشان بھٹکتے پھرے۔ آخر آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں بڑی ہی عاجزی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آئی اور حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہو گئی۔

## خانہ کعبہ کی تعمیر

اب آدمؑ کو حکم ہوا کہ وہ اس دنیا پر خدا کا ایک گھر بنائیں۔ چنانچہ آدم نے خدا کے حکم کے مطابق خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ یہ وہی خانہ کعبہ ہے۔ جہاں ہر سال لاکھوں مسلمان حج کے لئے جاتے ہیں۔ جب خانہ کعبہ تعمیر ہو چکا تو حضرت آدم حج کے لئے عرفات میں گئے۔ وہیں انہیں حضرت حوا بھی مل گئیں۔ مدتوں کے بچھڑے ہوؤں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ رات مزدلفہ میں بسر کی اور پھر منیٰ میں آئے بعد وہاں سے واپس آ کر طواف کعبہ کیا یہ تھا پہلا حج جو آدمؑ اور حوا نے خدا کے حکم سے ادا کیا۔

آدمؑ و حوا پہلا انسانی جوڑا تھا جو دنیا میں وارد ہوا اور دنیا کی آبادی کا باعث بنا۔ ان کی اولاد پھلی پھولی۔ چونکہ حضرت آدمؑ

پہلے انسان تھے اس لئے انہیں ابو البشر بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی انسانوں کے باپ۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد آج دنیا کے چپے چپے پر موجود ہے آدمؑ کی اس اولاد نے اپنی ہمت مردانہ اور شوق کی بلندی سے دنیا میں اگر قدرت کے وسائل کو تسخیر کیا۔ بڑے بڑے سمندروں کو کھنگالا۔ آسمان سے باتیں کرتی ہوئی برف پوش چوٹیوں کو سر کیا۔ ہوا کی بلندیوں میں پرواز۔ برفانی تودوں سے گزر کر قطبین پر جھنڈے گاڑے۔ یہی نہیں۔ بلکہ اپنی خدا داد ذہانت اور قابلیت سے جہاں دنیا کی تباہی و بربادی کے سامان مہیا کئے۔ وہاں دنیا والوں کے لئے راحت و آسائش کے لئے بھی بے شمار چیزیں ایجاد کیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کوشش کی کہ وہ انسان کو جسے اس نے اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ شیطانی چنگل سے بچائے۔ اس کے لئے اس نے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو نیکی، پرہیزگاری اور سچائی کی تلقین کریں اور ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی ہے جو سیدھے راستے پر گامزن رہیں گے۔ ایسی جنت جس میں کوئی دکھ اور تکلیف نہیں۔ جس میں نہریں بہتی ہیں ایسے لوگ ہی دنیا میں اشرف المخلوقات اور خدا کے صحیح نائب کہلاتے ہیں۔

لیکن دنیا میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو شیطان کے پھندوں میں آ کر دنیا میں فتنہ و فساد برپا کرتے اور امن و امان تہ و بالا کرتے ہیں

شیطان کے ایسے ہی پیروکاروں کے لئے خدا نے کہا ہے کہ "میں ان سے دوزخ کو بھروں گا۔"

## پہلا انسانی خون

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے"۔ چنانچہ سب سے پہلے آدم کے دو بیٹوں نے ایک دوسرے سے دشمنی کی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں ھابیل اور قابیل میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ دونوں اپنی قربانیاں دیں۔ جس کی قربانی قبول ہو جائے اُسے سچا سمجھا جائے۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی۔ اس پر طیش میں آکر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ یہ تھا وہ پہلا انسانی خون جو زمین پر گرایا گیا اور اس کے بعد ہمیشہ فرزندانِ آدم انسانی خون سے زمین کو رنگین کرتے رہیں گے۔

# حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدمؑ کے دنیا میں آنے کے بعد ان کی اولاد دنیا میں خوب پھلی پھولی۔ لیکن ایک مدت گزر جانے کے بعد وہ لوگ خدا کو بھول چکے تھے اور ایک خدا کی بجائے انھوں نے مٹی اور پتھر کے کئی خدا بنا لیے تھے۔ نہ صرف ان کی عبادت گاہیں بتوں سے اٹی پڑی تھیں بلکہ ہر گھر میں بت رکھے ہوئے تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے اور ان سے مرادیں مانگا کرتے تھے۔ یہی وہ شرک ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے بار بار منع کیا ہے اور واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ شرک کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔"

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد وقتاً فوقتاً عوام کی بھلائی اور بہتری کے لیے نبی اور رسول تشریف لاتے رہے۔ لیکن شیطان نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ وہ انسانوں کو خدائے واحد کی عبادت سے ہٹا کر شرک اور بت پرستی میں مبتلا کر دے۔

شرک و بت پرستی، برائیوں اور فسق و فجور کا یہی زمانہ تھا جب خداوند کریم نے

حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرما کر اُن کی قوم کی طرف بھیجا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے احسانات جتلا کر سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی اور اس بری راہ سے منع فرمایا۔ جس پر وہ چل رہے تھے اور ان کو یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف رجوع نہ ہوئے تو تم پر عذاب نازل ہونے کا خطرہ ہے اور کہا کہ مجھے اللہ نے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کا تمسخر اڑایا اور کہا بھلا یہ بتاؤ کہ تم نبی کیسے بن گئے۔ تم تو ہمارے جیسے گوشت پوست کے بنے ہوئے ہو اور ہم میں ہی پیدا ہوئے ہو۔ تم میں ایسی کون سی چیز ہے جس سے ہم تمہیں نبی مانیں۔ اور اگر خدا کو نبی ہی بھیجنا تھا تو وہ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیج دیتا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو اللہ کے احسانات جتلائے اور کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لئے چاند و سورج بنائے ہیں جو تم کو روشنی دیتے ہیں اور تمہارے چلنے پھرنے کے لئے زمین کو فرش بنا دیا ہے، اور تم کو دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ ان بیکار بتوں کی پرستش چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کرو اور میں اس کی تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ تمہاری ہی بھلائی کے لئے تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کوئی ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں وعظ و تبلیغ کی اور کوشش کی کہ وہ خدائے واحد کے سچے پرستار بن جائیں۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ جب حضرت نوح علیہ السلام وعظ

فرماتے تو ان کو ٹھٹھوں میں اڑاتے، کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تاکہ ان کی آواز کانوں میں نہ پہنچ جائے۔ صرف چند لوگ تھے جو آپ پر ایمان لائے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام بالکل مایوس ہو گئے تو آپ نے پھر قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ میں اب بھی تم سے کہتا ہوں کہ اپنی کافرانہ روش سے باز آ جاؤ۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر خدا کا قہر کسی صورت میں نہ نازل ہو جائے اس پر ان کافروں نے حضرت نوحؑ سے کہا کہ تم اتنی مدت تک وعظ کرتے رہے۔ کتنے لوگ ہیں۔ جنہوں نے تم کو نبی مانا؟ ... یہی چند ایک غریب اور ذلیل لوگ ہیں۔ جو تیرے پیروکار بن گئے ہیں۔ دیکھ ہم بجھ سے کوئی جھگڑا نہیں کرتے اور یہ جو تو روز ہمیں عذاب سے ڈراتا ہے۔ تو لے آ تو اور تیرا خدا عذاب۔ دیکھیں تو سہی وہ عذاب کیسا ہے اور ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ ہم تیرا وعظ سُن سُن کر تنگ آ گئے ہیں۔ اب کے اگر تو نے وعظ کیا تو یاد رکھ تجھ کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ تو تو کوئی دیوانہ اور سڑی معلوم ہوتا ہے۔

**عذاب الٰہی** قوم کی یہ سرکشی اور نافرمانی دیکھ کر حضرت نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ اے اللہ! میں تو اس قوم سے تنگ آ گیا ہوں۔ اب تو ہی ان سے بدلہ لے۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ ایک کشتی بناؤ اور یہ بھی حکم دے دیا کہ دیکھنا اب کسی کی سفارش نہ کرنا۔ اب ان پر ضرور عذاب

نازل ہو کے رہے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام خدا کے حکم کے مطابق کشتی بنانے میں لگ گئے۔ جب کافر ادھر سے گزرتے تو ٹھٹھے اور مخول کرتے کہ اب یہ کشتی خشکی پر چلائے گا۔

جب کشتی بن کر تیار ہو گئی تو خدا نے حکم دیا کہ اپنے اہل اور ان لوگوں کو کشتی پر سوار کر لو جو مجھ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں رکھ لو۔

جب سب لوگ کشتی میں سوار ہو گئے تو خدا کے حکم سے زمین کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اس کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، زمین پر پانی بڑھنے لگا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی میں تیرنے لگی۔ لیکن وہ لوگ اب بھی مذاق کر رہے تھے۔ پانی بڑھا تو حضرت نوحؑ نے دیکھا کہ ان کا بیٹا پانی میں ڈوبنے لگا ہے۔ آپ نے اسے آواز دی کہ اب بھی آجاؤ تا کہ خدا کے عذاب سے بچ سکو۔ مگر اس نے جواب دیا تم جاؤ۔ میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنی جان بچا لوں گا۔ حضرت نوحؑ نے کہا۔ اس وقت سوائے خدا کے کوئی بچانے والا نہیں ہے اتنے میں پانی کا ایک ریلا آیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بہا کر لے گیا۔

پانی تھا کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ پہاڑ بھی اس میں غرق ہو گئے۔ دنیا کے نافرمان اور سرکش لوگ اس سیلاب میں فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی

جودی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر ٹھہر گئی۔

اب خدا کے حکم سے سیلاب تھم گیا اور زمین نے سارا پانی اپنے اندر جذب کر لیا۔ ذرا سے سکون میسر آیا تو حضرت نوحؑ نے اللہ تعالٰی سے عرض کی کہ اے اللہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ تیرے اہل کو اس عذاب سے بچا لوں گا۔ مگر میرا بیٹا اس میں ڈوب گیا۔ حالانکہ وہ میرے اہل میں سے تھا اس پر اللہ تعالٰی نے جواب دیا کہ اے نوح! چونکہ تیرے بیٹے کے اعمال اچھے نہ تھے۔ اس لئے وہ تیرے اہل میں سے نہیں تھا اور ہم سے اس چیز کا سوال نہ کر جس سے تو واقف نہیں ہے۔ اس پر حضرت نوحؑ نے گڑگڑا کر بارگاہِ خداوندی میں توبہ و استغفار کیا"

اب خدا نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا۔ کہ کشتی سے اُتر جاؤ تجھ پر اور وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائے ہیں ان پر ہماری رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔

چونکہ اس طوفان میں دنیا کے تمام لوگ ہی فنا ہو گئے تھے۔ صرف چند لوگ ہی زندہ بچے تھے۔ اس لئے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان ہی کی اولاد اس وقت دنیا میں آباد ہے۔

# حضرت ہود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ دنیا پر اس کی خلافت صرف ان انسانوں کے لئے ہے جو خدا کے نیک بندے ہیں۔ جو انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں لیکن انسان پستی ذہنیت کے باعث جب بھی فارغ البال ہوا۔ اس نے خدا کی ذات سے انکار کا اعلان کرکے سرکشی اختیار کی اور ہمیشہ انجام سے بے خبر رہا۔ لیکن اس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی و بربادی ہی نکلا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد عاد کی قوم جسے قرآن پاک نے عاد اولیٰ کے نام سے یاد کیا۔ وادئ احقاف میں سکونت پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ہر قسم کی سہولتیں اور آسائشیں دے رکھی تھیں۔ یہ لوگ بڑے قدو قامت کے تھے۔ فن تعمیر میں ان کا جواب نہ تھا۔ کھیتی باڑی کے فن سے خوب واقف تھے۔ اور خیال یہ ہے کہ حضرت مسیح سے دو ہزار سال قبل یہ

قوم خوشحالی سے زندگی بسر کر رہی تھی۔

فارغ البالی، خوش حالی اور قوت و طاقت کے گھمنڈ نے انہیں خدا سے باغی کر دیا اور انہوں نے بت پرستی شروع کر دی۔ خود ہی بت بناتے اور ان کی پوجا کرتے اور ان سے مرادیں مانگتے۔

آخر اللہ کی سنت کے مطابق انہی میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت **ھود** علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ وہ ان بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھے راستے پر لائیں۔ تاکہ جہاں وہ دنیاوی مسرتوں میں مگن ہیں۔ وہاں عاقبت کی آسائشیں اور خوشیاں بھی حاصل کریں۔

حضرت **ھود** علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو میں تمہارا ہی بھائی ہوں۔ تمہارا دشمن نہیں۔ بلکہ خیر خواہ ہوں اپنے سے پہلی قوم نوح کا خیال کرو۔ جس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور آخر خدا کے عذاب میں گرفتار ہو کر ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی اور پھر یہ دیکھو کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں۔ اس کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو خدا کے پاس ہے۔ آؤ برے کاموں سے باز آؤ۔ اور ان بتوں کو چھوڑ کر جو نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ ایک خدا کی عبادت کرو۔ جس نے اپنے فضل و کرم سے تم کو طاقت، قوت اور مال و دولت اور دانائی

سے سرافراز کیا ہے ۔ تمہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کو یاد کرو اور اس پر ایمان لاؤ ۔

اس کے جواب میں ان کی قوم نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ ہم میں سے ہی ایک آدمی پیغمبری کا دعوےٰ کر رہا ہے ۔ اگر خدا نے پیغمبر بنانا تھا تو کیا صرف تم ہی اس عزت کے لیئے رہ گئے تھے ۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن بتوں کو ہمارے آباو اجداد پوجتے آئے ہیں ۔ ان کو تیرے کہنے سے پوجنا چھوڑ دیں ۔ اور پھر تیرے پاس نبوت کی کیا واضح دلیل ہے ۔ صرف تیرے ہی کہنے سے ہم کیسے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ۔ اور ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے انہی خداؤں نے تجھے خبطی اور دیوانہ بنا دیا ہے ۔

حضرت ہودؑ نے کہا کہ میں اللہ اور تم کو گواہ کرتا ہوں ۔ کہ میں تمہارے اس شرک سے بیزار ہوں ۔ میرا خدا وہی ہے ۔ جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے جو عدل و انصاف میں بے نظیر ہے ۔ وہ کسی بے گناہ کو نہیں پکڑتا ۔

اگر تم نے خدا کے دین سے منہ پھیرا تو اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے ۔ اگر راہ راست پر نہیں آؤ گے ۔ تو یاد رکھو تم پر خدا کا عذاب نازل ہو گا ۔ اور خداوند کریم کے لیئے یہ کوئی مشکل نہیں کہ تم کو مٹا کر کوئی اور قوم کو تمہارا جانشین بنا دے ۔ تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے ۔

اس پر عاد کی قوم نے کہا کہ "یہ روز روز تو ہمیں خدا کے عذاب سے ڈراتا رہتا ہے۔ جا اپنے خدا سے کہہ کہ ہم پر عذاب نازل کرے اور اس میں ہرگز دیر نہ کرے"۔

حضرت ھود علیہ السّلام پر جو لوگ ایمان لائے تھے۔ وہ کمزور اور غریب تھے۔ جب قوم عاد نے اپنے پیغمبر کی کسی بات پر دھیان نہ دیا۔ بلکہ اُلٹا حضرت ھود کا تمسخر اڑایا اور یہ لوگ خدا پر پھبتیاں کسنے لگے۔ تو غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی۔

آسمان پر ایک بادل نمودار ہوا۔ جس کو دیکھ کر عاد کے لوگ خوش ہوئے کہ بارش آنے والی ہے جو ہماری کھیتوں کو ہرا بھرا کر دے گی۔ حضرت ہود علیہ السّلام ایماندار لوگوں کو ساتھ لے کر بستی سے باہر نکل گئے۔ اس بادل نے بعد میں ایک خوفناک آندھی کی شکل اختیار کر لی۔ جو آٹھ دنوں اور سات دنوں تک متواتر چلتی رہی اور اس نے قوم عاد اولیٰ کے تمام سرکش انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور اس طرح خدا کے غضب کا شکار ہو کر یہ قوم دنیا سے نیست و نابود ہو گئی +

# حضرت صالح علیہ السلام

قوم عاد کی تباہی اور بربادی کے بعد جو لوگ بچ رہے، وہ حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ کے میدان میں آباد ہو گئے۔ شروع میں یہ قوم عاد ثانیہ کہلائی۔ لیکن بعد میں اپنے کسی بزرگ کے نام پر اس قوم نے اپنا نام ثمود اختیار کیا۔

یہ قوم بھی پہلی بھٹکی ہوئی قوموں کی طرح بت پرست تھی اور جب ان کے فسق و فجور حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق قوم ثمود میں ہی سے حضرت صالح علیہ السلام کو نبوت کا شرف دے کر مبعوث کیا۔ تاکہ وہ ان بدکردار لوگوں کو اگلی قوموں کے انجام کی داستانیں سنا کر ان کو بتائیں کہ ان کے خوفناک انجام کو دیکھو اور اپنی سرکشی سے باز آ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی خدا کے عذاب میں گرفتار ہو کر ان قوموں کی طرح دنیا سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جاؤ۔

قوم ثمود کی تباہ شدہ عمارات اب تک حجاز اور شام کی راہ میں عوام کے لئے عبرت کا سامان مہیا کر رہی ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر جب اسلامی فوج اس راہ سے گزری تو صحابہ نے ثمود کے کنوئیں سے پانی بھرا۔ اور آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کرنے لگے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معلوم ہوا تو آپ نے آٹا پھینک دینے اور پانی گرا دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ وہ بستی ہے۔ جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا۔ نہ یہاں قیام کرو اور نہ یہاں کی کسی چیز سے فائدہ اٹھاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السّلام کو نبی بنا کر قوم ثمود کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم کو جمع کر کے برے کاموں سے بچنے اور خدا کی راہ اختیار کرنے کی ہدایت کی آپ نے اپنی قوم کو بار بار سمجھایا۔ خدا کے عذاب سے ڈرایا اور ان پر خدا کے فضل و کرم جتائے۔ لیکن ان پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ :۔

"اے صالح! ہماری قوّت، شوکت، دولت کی فراوانی، کھیتوں کی سرسبزی، عالی شان مکانات، غرضیکہ دنیا جہان کے عیش و آرام جو ہمیں حاصل ہیں۔ تیرے ہی خدا کی طرف سے ہیں۔ تو پھر وہ لوگ کیوں غریب اور نادار ہیں جو تیرے خدا

کو ایک مانتے ہیں۔ اس کا تو مطلب یہ ہے کہ وہ راہ راست پر نہیں اور یہ ہمارے ہی خداؤں کی تو کرم فرمائیاں ہیں"۔

حضرت صالح علیہ السّلام نے ان سے فرمایا کہ اس عقل دولت اور شان وشوکت پر ہرگز گھمنڈ اور غرور نہ کرو۔ ایسی چیزیں پل بھر میں فنا ہو جایا کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ سب کچھ تم پر اللہ ہی کا فضل وکرم ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ اس کا شکر ادا کرو اور اس کی عبادت کرو۔

قوم ثمود کو سب سے بڑا تعجب یہ تھا کہ ہم میں سے ہی ایک شخص کیسے نبی بن گیا اور اس پر خدا کا پیغام نازل ہونے لگا اگر ایسا ہی ہونا تھا تو کیا ہم اس کے اہل نہ تھے۔ ہم ایسے رئیسوں اور بڑے آدمیوں کو چھوڑ کر اللہ نے غریب اور کمزور لوگوں کو اپنے پیغام کے لئے کیوں چنا

حضرت صالح ہر روز خدا کا پیغام اپنی قوم کے لوگوں تک پہنچاتے۔ مگر کوئی اس طرف توجہ نہ دیتا۔ بلکہ ان کا مذاق اڑاتے روز روز کی نصیحتوں سے یہ بھی تنگ آگئے تھے۔ آخر سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ حضرت صالح سے کہا جائے کہ تم کوئی ایسی نشانی دکھاؤ۔ جس سے ہمیں یقین ہو جائے کہ تم واقعی خدا کے رسول ہو۔

حضرت صالح علیہ السّلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

اور اللہ کا یہ نشان ایک اونٹنی کی صورت میں نمودار ہوا۔ قرآن میں تو اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ صرف "خدا کی اونٹنی" کہا گیا ہے۔ البتہ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ اونٹنی ایک پتھر سے پیدا ہوئی اور تھوڑی ہی دیر بعد اس نے بچہ جنا۔ کیونکہ قوم خود کا یہی مطالبہ تھا۔

خداوند کریم کا اپنے رسول کے ذریعے یہ معجزہ بھی ان سرکشوں کو خدا کی طرف راغب نہ کر سکا۔ تاہم آپ نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ یہ اونٹنی خدا کی طرف سے تم پر حجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نشان تم پر ظاہر ہو چکا ہے۔ اگر تم اپنی بھلائی چاہتے ہو۔ تو اس اونٹنی کو ہرگز ہرگز نقصان نہ پہنچانا۔ یہ آزادی سے جہاں چاہے چرے۔ ہاں ایک روز یہ اونٹنی چشمے پر سے پانی پیا کرے گی۔ اور دوسرے دن تم اور تمہارے جانور۔ دیکھو اس میں فرق نہ آئے کچھ دن تک اونٹنی کے حیرت انگیز واقعہ نے اس قوم کو حیران و پریشان رکھا۔ اور وقتی طور پر اونٹنی سے کوئی معترض نہ ہوا۔ لیکن آہستہ آہستہ جن برائیوں کے ماحول میں انہوں نے پرورش پائی تھی۔ وہ ابھرنے لگا اور انہوں نے سازش کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا۔ جب حضرت صالح علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ

بدبخت قوم! آخر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب تم خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔ جو تین دن میں تم کو ہلاک و برباد کر دے گا۔

تین دن کے بعد کڑک اور گرج کی ایک ہیبتناک آواز پیدا ہوئی۔ جس نے ہر انسان کو جو جس حالت میں تھا۔ ہلاک کر دیا۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ اس عذاب الہٰی سے بچ گئے۔ جب قوم ثمود پر عذاب الہٰی نازل ہو رہا تھا۔ تو حضرت صالح نے قرآن حکیم کے الفاظ میں اپنی قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

"اے قوم! بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تم کو نصیحت کی۔ لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے تھے"۔

قوم ثمود کی تباہی کے بعد جو لوگ بچ رہے۔ وہ فلسطین میں آکر آباد ہو گئے۔

# حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السّلام بہت بلند مرتبہ نبی گزرے ہیں ان کے بعد جس قدر نبی یا رسول آئے۔ وہ آپ ہی کے نسل سے تھے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ ہی کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اب بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملت کہلاتے ہیں۔

آپ جس وقت دنیا میں تشریف لائے اس وقت نہ صرف بت پرستی کا بڑا زور تھا۔ بلکہ اس زمانے کا بادشاہ نمرود بھی اپنے آپ کو خدا کہلاتا اور لوگوں سے اپنی پوجا کراتا تھا۔

سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ کے والد آزر صرف بت پرست ہی نہ تھے۔ بلکہ بت گر بھی تھے۔ وہ بت بناتے، لوگ ان سے ان خداؤں کو خرید کر لے جاتے اور پھر ان کی عبادت کرتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام ابھی بچے ہی تھے کہ وہ اپنے باپ کے کام کو دیکھ دیکھ کر سخت حیران ہوتے کہ جن بتوں کو ان کے والد بناتے ہیں جو ہلنے جلنے سے بھی معذور اور محتاج ہیں۔ کس قدر احمق ہیں یہ لوگ جو ان بے جان مورتیوں کو خدا سمجھ رہے ہیں۔

جب ذرا سیانے ہوئے تو ان کا یہ عقیدہ پختہ ہو گیا کہ لکڑی یا پتھر اور مٹی کے یہ بُت کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ لیکن جب وہ لوگوں سے کہتے کہ تم ان کی کیوں پوجا کرتے ہو۔ ان میں اگر کوئی خوبی ہے تو مجھے بھی بتاؤ تو وہ آپ کے سوال کا جواب تو کوئی نہ دے سکتے۔ صرف یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔

## بتوں کا صفایا

ایک دن ان بت پرستوں کا شہر سے باہر کوئی میلہ تھا۔ تمام لوگ میلے میں گئے ہوئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایسے میلوں ٹھیلوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور اگر کسی نے میلہ جانے پر اصرار بھی کیا تو آپ نے انکار کر دیا جب سارا شہر خالی ہو گیا تو آپ نے بت خانہ کے تمام بتوں کو توڑ پھوڑ دیا اور بعد میں کلہاڑی بڑے بت کے کندھے پر رکھ دی۔ شام کو جب یہ لوگ واپس لوٹے اور انھوں نے اپنے خداؤں کی یہ درگت دیکھی کہ کسی کا سر ہی نہیں۔ کسی کے کان توڑ دیے گئے ہیں۔ کسی کی آنکھیں پھوٹی ہوئی ہیں تو بہت برافروختہ ہوئے اور تلاش کرنے لگے کہ یہ حرکت کس نے کی ہے آخر سب نے حضرت ابراہیمؑ پر شبہ کیا۔ کیونکہ ایک تو وہ علانیہ بت پرستی کو بُرا کہتے تھے

اور پھر وہ میلے میں بھی نہیں گئے تھے آخر حضرت ابراھیم کو بلا کر پوچھا
کہ یہ بت کس نے توڑے ہیں ؟

آپ نے جواب دیا مجھ سے پوچھنے کی بجائے اپنے خداؤں سے
کیوں نہیں پوچھتے۔ جن کی تم عبادت کرتے۔ اور مرادیں مانگتے ہو آخر
تمہارے یہ خدا جانتے ہی ہوں گے کہ کس نے انہیں توڑا ہے اور پھر
یہ تمہارے اچھے خدا ہیں کہ انہیں کسی نے توڑ پھوڑ دیا اور یہ اُسے روک بھی
نہ سکے۔ تم ایسے ہی بیکار خداؤں کی پوجا کرتے ہو۔ پھر فرمایا وہ دیکھو
کلہاڑی تو بڑے بت کے کاندھے پر ہے۔ اس سے پوچھو کہیں اس
نے ہی تو تمہارے جھوٹے خداؤں کا صفایا نہیں کر دیا۔ حضرت ابراہیم کی
گفتگو سے یہ لوگ بہت ناراض ہوئے۔ اور ان کے باپ آذر سے کہہ دیا
کہ اپنے بیٹے کو سنبھال کے رکھو ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہو گا۔

حضرت ابراھیمؑ نے اپنے باپ کو بھی بت پرستی سے روکا
اور فرمایا کہ اے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر خدا کا کوئی عذاب نازل
نہ ہو۔ اس پر ان کا باپ سخت ناراض ہوا اور کہا کہ آئندہ اگر تو نے مجھے
ایسی بات کہی تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور کہا کہ تم میرے پاس سے
ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ۔ آپ نے باپ کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں
چلا جاتا ہوں اور تمہاری مغفرت کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔

## خدا کون ہے؟

جب حضرت ابراھیمؑ کو کامل یقین ہو گیا کہ
مٹی اور پتھر کے یہ بت خدا نہیں ہو سکتے تو

آپ سوچنے لگے کہ آخر خدا کون ہے؟ کوئی تو ہوگا لیکن کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ رات جب نیلے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے دیکھے۔ تو سوچنے لگے کہ یہ چمکتے دمکتے ستارے خدا ہوں گے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد جب ستارے بھی غائب ہو گئے تو حضرت ابراہیم سوچنے لگے کہ جن چیزوں کو زوال آجائے وہ تو خدا نہیں ہو سکتیں اور اب آپ نے چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا تو کہنے لگے ستارے تو نہیں یہ چاند ضرور خدا ہوگا۔ مگر جب وہ بھی غائب ہو گیا تو آپ کہنے لگے کہ یہ بھی خدا نہیں ہو سکتا اور اگر خدا مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں یقیناً گمراہ ہو گیا ہوتا۔ اب آپ نے جگمگاتے ہوئے روشن سورج کو دیکھا کہ یہ سب سے بڑا ہے۔ یہی میرا رب ہوگا۔ لیکن شام کو جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ اے قوم میں ان تمہارے معبودوں سے سخت بیزار ہوں۔ جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو اور فرمایا کہ میں اس خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور میں مشرک نہیں ہوں"۔

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم آپ سے سخت ناراض ہو گئی اور ان سے جھگڑا کرنے لگی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھ سے خدا کے متعلق جھگڑا کرتے ہو۔ جس نے مجھے توحید کا سیدھا راستہ بتایا اور میں تمہارے ان معبودوں سے ہرگز نہیں ڈرتا اور میں تمہارے ان جھوٹے خداؤں سے ڈر بھی کیسے سکتا ہوں جبکہ تم ان چیزوں کو خدا کا شریک ٹھہرانے سے نہیں ڈرتے۔ جن کو حق سمجھنے کے لئے اللہ کی طرف سے تمہارے

پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

## آگ گلزار ہو گئی

جب وہاں کے بادشاہ نمرود کو پتہ چلا کہ آزر کا بیٹا ابراہیم لوگوں کو بتوں کی پوجا سے منع کرتا اور ایک اَن دیکھے خدا کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ تو اس نے حضرت ابراہیم کو دربار میں بلایا اور آپ سے جھگڑنے لگا حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میرا خدا وہ ہے جو مارتا بھی ہے اور جلاتا بھی ہے نمرود نے کہا یہ کونسی بڑی بات ہے یہ تو میں بھی کرتا ہوں۔ چنانچہ ایک ایسے قیدی کو بلا کر آزاد کر دیا جس کو سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا اور ایک بے گناہ آدمی کو پکڑ کر قتل کر دیا اور کہا اب بتاؤ مجھ میں اور تمہارے خدا میں کیا فرق ہے۔ حضرت ابراہیم نے بے دھڑک ہو کر کہا کہ میرا رب ہر روز مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔ میں دیکھوں کل تو اس کو مغرب سے طلوع کر دے اس پر نمرود لاجواب ہو گیا اور حکم دیا کہ ابراہیم کو زندہ جلا دیا جائے چنانچہ ایک زبردست چتا تیار کی گئی ۔ جب وہ آگ بھڑک رہی تھی اور اس کے شعلے آسمان کی خبر لا رہے تھے تو نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو اس جلتی ہوئی آگ میں پھینکوا دیا۔ مگر وہ آگ خدا کے حکم سے ٹھنڈی ہو گئی اور آپ کو ہرگز گزند نہ پہنچا سکی۔

## مکّہ کی آبادی

جب حضرت ھاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے اپنی بیوی ہاجرہ اور لختِ جگر حضرت اسمٰعیلؑ کو ایک ایسی

وادی میں چھوڑ آئے۔ جہاں دور دور تک آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس زمین میں نہ کہیں پانی تھا اور نہ کہیں کھیتی باڑی ہو سکتی تھی۔

حضرت ہاجرہ نے ننھے اسمٰعیلؑ کو تو ایک پتھر کے سائے میں لٹایا اور خود پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑیں۔ لیکن پانی نہ ملا۔ خدا کی قدرت سے حضرت اسماعیل جہاں ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ وہاں پانی کا چشمہ پیدا ہو گیا۔ یہی چشمہ آج کل زمزم کے نام سے مشہور ہے۔

پانی دیکھ کر ایک قبیلہ وہاں آباد ہو گیا بعد میں یہ شہر مکہ کے نام سے مشہور ہوا جو تمام دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے۔

## بڑی قربانی

جب حضرت اسماعیل چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو اللہ نے حضرت ابراہیم سے بیٹے کی قربانی طلب کی آپ اللہ کے سچے دوست تھے۔ خدا کی راہ میں انہیں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اللہ کا یہ حکم حضرت اسماعیلؑ کو سنایا۔ اس پر حضرت اسماعیل نے کہا۔ اے والد محترم۔ اللہ نے آپ کو جو حکم دیا ہے اس کو ضرور پورا کرنا۔ آپ انشاء اللہ مجھے اس امتحان میں ثابت قدم پائیں گے۔ شیطان نے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو ورغلانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن آپ نے اُسے جھڑک دیا اور کنکریاں مار کر بھگا دیا۔ اب حضرت ابراہیم نے اسماعیل کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تاکہ تڑپیں نہیں اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی کہ محبت پدری کہیں اس فرض کی ادائیگی میں آڑے نہ آئے اور اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی،

اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم علیہ السّلام تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا اور حقیقت میں یہ بہت بڑی قربانی ہے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آنکھوں پر سے پٹی کھولی تو حضرت اسمٰعیل کی بجائے ایک دنبہ ذبح کیا ہوا پڑا تھا اسی واقعہ کی یاد میں مسلمان ہر سال ۱۰ ذی الحجہ کو قربانیاں دیا کرتے ہیں۔ یہ واقعہ مکہ معظمہ کے قریب منیٰ میں پیش آیا۔ جہاں مسلمان ہر سال جا کر اس یاد کو زندہ رکھنے کے لئے قربانیاں دیا کرتے ہیں۔

**تعمیر خانہ کعبہ** جب حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان دونوں باپ بیٹوں نے از سرِ نو خانہ کعبہ کو تعمیر کیا اور دعا کی کہ اے اللہ اس شہر مکہ کو امن والا بنا دے۔ مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کا پجاری نہ بنانا۔ اے میرے رب میں نے اپنی اولاد کو ایسی وادی میں بسایا ہے۔ جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ ان کو پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ تیرے شکر گزار بنیں، اور حضرت اسمٰعیلؑ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ میری نسل سے ایک ایسا نبی پیدا کر جو گمراہ لوگوں کو تیری آئتیں پڑھ کر سنایا کرے اور انھیں دانائی اور حکمت کی باتیں سکھائے۔ اسی خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کے لئے ہر سال لاکھوں مسلمان مکہ معظمہ جاتے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال اور آپ کی دوسری بی بی حضرت سارہ کی عمر نوّے سال کی تھی تو فرشتے آپ کے پاس آئے

آپ نے ان کے لئے ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے پکایا۔ جب کھانا
ان کے سامنے آیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت
ابراہیم علیہ السلام بہت متعجب اور خوفزدہ ہوئے۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم
حضرت لوط کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔
ہم تمہیں ایک صاحب علم صاحبزادے کی پیدائش کی خوشخبری دینے آئے
ہیں۔ اس پر حضرت سارہ چلائیں کہ میرے بچہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ میں
تو بوڑھی ہوں۔ فرشتوں نے کہا کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

چنانچہ بڑھاپے میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا
ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہمارے آقا و مولا حضرت
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے
اور حضرت اسحاق کی اولاد سے حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت
موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ ایسے نبی پیدا ہوئے۔ علیہم السلام

# حضرت لوط علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ہی ایک بستی سدوم نامی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لُوط علیہ السلام کو اپنا پیغمبر اور نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ بڑی بے حیائی کے کام کیا کرتے تھے۔ چوری، ڈاکہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بار بار سمجھایا کہ تم اپنی بیویوں کو چھوڑ کر لونڈوں سے کیوں رغبت رکھتے ہو یہ بہت ہی بُرا فعل ہے۔ اس سے باز آؤ۔ لیکن ان پر حضرت لوط علیہ السلام کی وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ وہ اُلٹے ان کے خلاف ہو گئے اور مجبور کرنے لگے کہ اگر تم ایسے ہی نیک پاک ہو تو اس بستی سے نکل جاؤ۔ حضرت لُوطؑ نے اپنی قوم سے کہا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم پر خدا کا کوئی عذاب نہ آ جائے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ان بُرے کاموں سے باز آؤ اور خدا کے نیک بندے بن جاؤ۔ تاکہ اپنی دنیا اور عاقبت کو سنوار سکو اور باور کرو۔ کہ

مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں۔ تمہاری بھلائی ہی کے لئے کہتا ہوں۔ میں تم سے کوئی معاوضہ اور اجر تو طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو میرے رب کے پاس ہے۔ لیکن ان پر حضرت لوطؑ کی وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ الٹا ان کو تنگ کرنے لگے اور کہا کہ جس عذاب سے تو روز ہمیں ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے تو ایک دن اس عذاب کو ہم پر لے آ۔

## غضب خداوندی

آخر خدا کا غضب جوش میں آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو فنا کرنے کا پختہ تہیہ کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے عذاب کے لئے اپنے فرشتے بھیجے۔ یہ فرشتے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور ان کو حضرت اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری سنائی اور جب انہوں نے بتایا کہ ہم فرشتے ہیں اور فلاں بستی پر عذاب لانے کے لئے بھیجے گئے ہیں تو ابراہیمؑ چونکہ نیک بندے تھے۔ اور دنیا کی بھلائی چاہتے تھے اس لئے وہ فرشتوں سے جھگڑنے لگے کہ ایسا نہ کرو۔ اس بستی میں اللہ کا نبی لوطؑ بھی رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ سوائے لوط کی بیوی کے اس کے گھر والوں کو بچا لیا جائے گا۔ صبح تک اس بستی کا نشان تک نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرشتے انسانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے مکان پر آئے۔ ان خوب صورت نوجوانوں کو دیکھ کر حضرت لوط بہت پریشان اور رنجیدہ ہوئے حضرت لوطؑ کی بیوی نے ساری قوم کو بتا دیا کہ ہمارے گھر میں لونڈے آئے ہیں

اس لئے وہ سب آپ کے مکان پر جمع ہو گئے اور کہا کہ ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوط علیہ السّلام نے کہا دیکھو یہ میرے مہمان ہیں ان کو تنگ نہ کرو اور میری عزت کو بھی خراب نہ کرو۔ میری لڑکیاں اپنے نکاح میں لے لو جو ایک جائز فعل ہے۔ مگر وہ نہ مانے اور ان کا اصرار بڑھتا گیا۔

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السّلام کو بتایا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔ صبح تک اس بستی کا دنیا کے تختے پر نام ونشان تک باقی نہ ہوگا۔ تم اپنے گھر والوں کو لے کر رات کی تاریکی میں اس بستی سے نکل جاؤ۔ لیکن تمہاری بیوی اس عذاب سے نہیں بچ سکتی۔ چنانچہ رات کے آخری حصّے میں حضرت لوطؑ اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل گئے۔

اگلے دن یہ بستی کھنڈرات کا ایک ڈھیر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر پتھروں کی بارش کی اور زمین کو ان پر الٹ دیا اور اس طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم خدا کے عذاب میں آکر ہمیشہ کے لئے دنیا سے نابود ہو گئی۔

# حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ انہی کی اولاد آگے چل کر بنی اسرائیل کہلائی۔ حضرت یعقوب کے کئی بیٹے تھے جن میں سے حضرت یوسف سب سے چھوٹے تھے۔ ایک تو حضرت یوسف بے انتہا حسین اور خوبصورت تھے۔ دوسرے چھوٹے ہونے کی وجہ سے باپ کو بہت ہی پیارے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت یوسفؑ کو کسی وقت بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔

## حضرت یوسف کا خواب

حضرت یوسف ابھی بچے ہی تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا، کہ گیارہ ستارے اور چاند و سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں"۔ یہ خواب سن کر حضرت یعقوب اس بچے سے اور بھی پیار کرنے لگے اور سختی سے منع کر دیا کہ اپنے دوسرے سوتیلے بھائیوں کو یہ خواب نہ سنانا کہیں ایسا نہ ہو کہ

وہ شیطان کے فریب میں آکر تیرے خلاف کوئی بُری تدبیروں کرنے لگ جائیں۔

بھائیوں نے جب دیکھا کہ باپ کا پیار یوسف سے بہت بڑھ رہا ہے تو انہوں نے مل کر صلاح کی کہ یہ تو بہت بڑی بات ہے، کہ باپ کی شفقت ہمارے مقابلے میں یوسف پر زیادہ ہے۔ اگر یوسفؑ کا خاتمہ کر دیا جائے تو پھر یقیناً باپ ہم سے زیادہ محبت کرنے لگے گا۔ لیکن ان میں سے ایک نے کہا کہ ہلاک کرنا تو درست نہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ یوسفؑ کو کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ اب وہ سوچنے لگے کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف کو ہمارے ساتھ سیر و تفریح کے لئے باہر بھیج دیں۔

## حضرت یوسفؑ کنوئیں میں

سب نے مل کر باپ سے درخواست کی کہ یوسف کو ہمارے ساتھ باہر کھیلنے کودنے کے لئے بھیجا جائے۔ ہم اس کے بھائی اور خیر خواہ ہی تو ہیں۔ ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوب نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس کی حفاظت سے غافل ہو جاؤ اور کوئی بھیڑیا اس کو کھا جائے۔ انھوں نے مل کر جواب دیا کہ ہم طاقتور ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔

آخر باپ نے دل پر پتھر رکھ کر یوسفؑ کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا۔ بھائیوں نے اُسے باہر لے جا کر ایک اندھے کنوئیں میں پھینک

دیا اور رات کو روتے ہوئے گھر واپس آگئے اور باپ سے کہا کہ ہم آپس میں دوڑ لگا رہے تھے۔ یوسف سامان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بھیڑیا آکر اُسے کھا گیا اور ثبوت میں حضرت یوسف کا ایک خون آلود کرتا بھی باپ کے سامنے پیش کر دیا۔ بوڑھے باپ کے لئے سوائے صبر و شکر کے چارہ ہی کیا تھا۔ حضرت یعقوب خاموش ہو گئے اور ان کی ساری عمر بیٹے کے فراق میں روتے گزر گئی۔

جس اندھے کنوئیں میں حضرت یوسف کو پھینکا گیا تھا اس کے قریب ہی ایک قافلہ آکر اترا تھا۔ ان میں سے جب ایک آدمی ڈول لے کر کنوئیں پر پانی پینے کے لئے آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک حسین اور خوبصورت لڑکا کنوئیں میں پڑا ہوا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس نے حضرت یوسف کو باہر نکال لیا۔ جب یہ قافلہ مصر میں پہنچا تو مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف کو چند درہموں کے عوض خرید لیا اور اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ ممکن ہے اس سے ہمیں کوئی نفع پہنچے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔

## حضرت یوسف پر الزام

جب حضرت یوسف جوان ہو گئے تو عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے ان کو ورغلانے کی کوشش کی اور ایک دن تو کمرے کے سارے دروازے بند کر لئے۔ حضرت یوسف نے یہ حالت دیکھی تو خدا سے پناہ مانگی اور دروازے کی طرف بھاگے۔ زلیخا نے پیچھے سے آپ کی قمیص پکڑ لی جس سے قمیص

پھٹ گئی۔ عین اس وقت عزیز مصر بھی دروازے پر آ گیا۔ زلیخا نے بادشاہ مصر کو بھڑکایا کہ یہ شخص تیری بیوی کی آبرو کے در پے تھا۔ اس کو سزا ملنی چاہیئے۔ حضرت یوسف نے اپنی بے گناہی ظاہر کی۔ کہ تیری بیوی مجھ کو ورغلانا چاہتی تھی۔ مگر خدا نے مجھے اس سے بچا لیا ہے۔

آخر یہ معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش ہوا۔ منصف مزاج قاضی نے فیصلہ کیا کہ اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو یوسف مجرم ہے اور زلیخا سچی ہے۔ لیکن اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو یوسف سچا ہے اور زلیخا جھوٹی جب عزیز مصر نے دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو کہنے لگا یہ تم عورتوں کا فریب ہے اور تمہارا مکر یقیناً بہت بڑا مکر ہے اس نے یوسف سے کہا کہ اس بات کو اب جانے دو اور زلیخا سے کہا کہ تو معافی مانگ۔ حقیقت میں تو ہی خطا کار ہے۔

## حسن یوسف

اس واقعہ کی سارے مصر میں تشہیر ہو گئی اور عورتوں میں جا بجا باتیں ہونے لگیں کہ زلیخا اپنے غلام کو ورغلانا چاہتی ہے۔ جب زلیخا کو ان باتوں کا علم ہوا تو اس نے اپنی اس بدنامی کو بری طرح محسوس کیا۔ اس بدنامی اور ہتک کو مٹانے کے لئے اس نے مصر کی عورتوں کی ضیافت کی اور سب کے ہاتھ میں ایک ایک پھل اور ایک ایک چھری دیدی اور عین اس وقت یوسف کو وہاں لے آئی۔ عورتوں نے جب

حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کو دیکھا تو دم بخود ہو کے رہ گئیں اور وارفتگی کا یہ عالم ہوا کہ انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لیں اور کہنے لگیں واقعی یہ کوئی انسان نہیں فرشتہ ہے۔ زلیخا نے ان عورتوں کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ یہی ہے وہ شخص جس کے لئے تم مجھے ملامت کرتی ہو۔ میں نے حقیقت میں اس کو ورغلانا چاہا۔ لیکن یاد رکھو اگر اس نے میری محبت کو ٹھکرا دیا تو میں اس کو بہت ذلیل کردوں گی اور قید کرادوں گی۔

جب حضرت یوسفؑ کو ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے خدا سے دعا مانگی کہ اے اللہ، تو ہی مجھے اس سے بچا سکتا ہے اگر میں اس کے مکر کے سامنے جھک گیا تو میں جاہلوں میں ہو جاؤں گا۔ اس سے مجھے یہ پسند ہے کہ میں قید خانے میں ڈال دیا جاؤں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور حضرت یوسف جیل میں ڈال دیئے گئے۔

**جیل میں** حضرت یوسفؑ سے پہلے دوسرے قیدیوں کے علاوہ ایک شاہی باورچی اور ایک بادشاہ کا ساقی بھی قید خانے میں تھے۔ ان کے خلاف یہ الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ اور دوسرے قیدی حضرت یوسف کے حسن و جمال اور اخلاق سے بہت

متاثر ہوئے۔ اب آپ کا یہ کام تھا کہ سارا دن جیل کے قیدیوں کو دین حق کی تبلیغ کرتے رہتے۔

ایک دن یہ دونوں حضرت یوسف کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے عجیب خواب دیکھے ہیں۔ ساقی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میں بادشاہ کو انگوری شراب پلا رہا ہوں۔ باورچی نے بیان کیا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں۔ اور پرندے ان کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی تعبیر پوچھی۔

## تعبیرِ خواب

حضرت یوسف نے فرمایا کہ ساقی تو رہا ہو کر پھر بادشاہ کی ملازمت میں چلا جائے گا اور باورچی کو سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اور اس کی لاش کو جانور کھائیں گے۔ آپ نے ساقی سے کہا کہ جب رہا ہو کر وہ عزیز مصر کے دربار میں جائے تو اسے میری بے گناہی کا یقین دلائے۔ حسب تعبیر باورچی کو تو سولی پر لٹکایا گیا اور ساقی رہا ہو گیا۔ مگر رہا ہونے کے بعد وہ اس وعدے کو بھول گیا جو اس نے حضرت یوسف سے کیا تھا۔

حضرت یوسف سالوں جیل میں رہے لیکن کسی کو ان کی رہائی کا خیال نہ آیا۔ اتفاق سے ایک دن عزیز مصر نے خواب دیکھا

کہ سات دُبلی پتلی گائیں سات موٹی تازی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات سبز اور سات سوکھی ہوئی بالیں دیکھی ہیں۔ بادشاہ نے تمام لوگوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ مگر کوئی بھی صحیح جواب نہ دے سکا۔ اس موقعہ پر ساقی کو اپنا وعدہ یاد آیا۔ اس نے کہا۔ جیل میں ایک شخص ہے جو خواب کی صحیح تعبیر بیان کرتا ہے۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں۔

عزیز مصر کی اجازت لے کر وہ شخص جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور بادشاہ کا خواب بیان کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر تو یہ ہے کہ سات سال تو تمہارے ملک میں خوشحالی رہے گی اور سات سال سخت قحط پڑے گا۔ پھر ایک سال خوشحالی کا آئے گا۔ بارش بکثرت ہوگی۔ اور پھل بھی بکثرت پیدا ہوں گے۔

جب اس شخص نے یہ تمام واقعہ بادشاہ کو سنایا تو اس نے کہا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہاں لایا جائے۔ جب وہ شخص پھر حضرت یوسفؑ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ جا کر بادشاہ سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا قصّہ ہے، جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ بے شک میرا رب ان کے مکر و فریب سے خوب واقف ہے۔ بادشاہ نے ان عورتوں

کو بلا کر پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ہم نے یوسفؑ میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ یہ دیکھ کر زلیخا بولی کہ اب تو حق ظاہر ہو گیا ہے۔ کہنے لگی حقیقت میں میں نے ہی اُسے ورغلایا تھا اور وہ بالکل سچا ہے۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں نے یہ کارروائی اس لئے کی ہے کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پوشیدہ طور پر اس کی کوئی خیانت نہیں کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو راس نہیں لاتا۔

## حضرت یوسفؑ کا انتظام

حضرت یوسفؑ کی بریت ظاہر ہو گئی۔ تو بادشاہ مصر نے حکم دیا کہ حضرت یوسف کو عزت کے ساتھ لایا جائے میں شاہی خدمت ان کے سپرد کروں گا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اگر تم قحط سے بچنا چاہتے ہو تو خزانے کی کنجیاں میرے حوالے کر دو۔ کیونکہ میں حساب میں بھی ماہر ہوں۔ چنانچہ عزیز مصر نے آپ کو شاہی خازن بنا دیا۔

خوشحالی کے بعد جب قحط کا زمانہ آیا تو حضرت یوسفؑ نے نہایت میانہ روی سے جمع کیا ہوا غلہ عوام میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ قحط کا اثر کنعان تک جا پہنچا۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو غلہ لانے کے لئے مصر بھیجا۔ مگر یوسفؑ کے بھائی بنیامین کو اپنے پاس ہی رکھا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر میں پہنچے تو حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا۔ مگر وہ حضرت یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں سے کہا کہ اگلی دفعہ آؤ تو اپنے بھائی بن یامین کو بھی ساتھ لانا ۔ تم کو بہت سا غلہ دیا جائے گا۔ اور اگر تم اس کو نہ لائے تو تم کو اناج نہیں ملے گا۔ اس کے ساتھ ملازموں کو حکم دیا کہ انہوں نے غلے کی جو قیمت ادا کی ہے۔ وہ بھی چپکے سے ان کے سامان میں رکھ دو۔ جس کا انہیں کنعان جا کر علم ہو' تاکہ وہ پھر مصر میں آ جائیں۔

جب یہ لوگ کنعان میں پہنچے تو انہوں نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ ابا جان اب ہمیں اس صورت میں غلہ مل سکتا ہے۔ کہ بن یامین ہمارے ساتھ جائے۔ ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ مجھے اب تم پر اعتبار نہیں رہا۔ کیونکہ اس سے پہلے تم اس کے بھائی یوسف کو بھی ایسے ہی وعدے کر کے لے گئے تھے۔ اللہ ہی ہے جو اس کی حفاظت کرے۔

جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو اس میں اپنی ساری رقم دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور چلا کر کہنے لگے۔ ابا جان! دیکھئے شاہ مصر کتنا کریم ہے کہ اس نے ہماری رقم بھی واپس کر دی

ہے۔ آپ ضرور بن یامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ اس طرح ہمیں بہت سا غلہ مل جائے گا۔

## بن یامین مصر میں

حضرت یعقوب نے کہا کہ جب تک تم بن یامین کی حفاظت کا عہد نہ کرو۔ میں اس کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔ اس پر انہوں نے حلفیہ وعدہ کیا۔ اب باپ نے بیٹوں کو مشورہ دیا کہ وہ مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں۔ بلکہ الگ الگ دروازے سے داخل ہوں۔ میں اللہ کے بھروسے پر بن یامین کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

جب یہ سب بھائی مختلف دروازوں سے داخل ہوئے اور جس دروازے سے بن یامین داخل ہوئے۔ اس دروازے پر حضرت یوسفؑ کی ان سے ملاقات ہو گئی اور حضرت یوسفؑ نے انہیں بتایا کہ میں ہی تمہارا گم شدہ بھائی یوسف ہوں اور میں تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ جب سب بھائیوں نے غلہ باندھ لیا تو شور مچ گیا کہ غلہ ناپنے کا شاہی کٹورا گم ہو گیا ہے۔ ملازمین سرکار نے ان سب بھائیوں کو پکڑ لیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم چور نہیں ہیں۔ اور اگر ہم میں سے کوئی چور ثابت ہو جائے تو اس کو بے شک قید کر دیا جائے۔ چنانچہ سب کی تلاشی ہوئی۔ سب کے آخر میں جب

بن یامین کے سامان کی تلاشی لی جارہی تھی تو اس میں سے وہ کٹورا مل گیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے بن یامین کو اپنے بھائی یوسف کے پاس رہنے کی صورت پیدا کر دی۔ اس کے علاوہ اس کو روکنے کے لئے کوئی قانون نہ تھا۔ اس پر حضرت یوسفؑ کے بھائی کہنے لگے کہ اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب نہیں ہے اور اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ حضرت یوسف یہ سب باتیں سُن رہے تھے۔ مگر خاموش رہے۔ حضرت یوسفؑ کی چوری کا یہ واقعہ ہے کہ آپ بچپن میں اپنی پھوپھی کے پاس رہا کرتے تھے۔ جب حضرت یعقوبؑ نے ان کو اپنے پاس بلانا چاہا تو پھوپھی نے ایک پٹکے کی چوری کا الزام لگا کر آپ کو اپنے پاس رکھنے پر مجبور کر لیا۔

یہ سب بھائی حیران ہوئے کہ اب کیا کیا جائے۔ حضرت یعقوب کو تو پہلے ہی ان پر کوئی بھروسہ نہ تھا۔ وہ سمجھیں گے کہ یوسف کی طرح انہوں نے بن یامین کو بھی ختم کر دیا۔ انہوں نے بہت منت کی کہ ہمارا باپ بوڑھا اور اندھا ہے وہ بیٹے کا غم برداشت نہ کر سکے گا۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی قمیص ان کو دے دی اور کہا، کہ اس کو اپنے باپ کے منہ پر ڈال دینا۔ اور اگر ہو سکے تو ان کو اپنے ساتھ لے آنا۔ ناچار یہ بھائی واپس آگئے۔ یہ ابھی راہ میں ہی تھے کہ حضرت یعقوبؑ کہنے لگے کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی

ہے ۔ مگر عزیزوں نے کہا کہ یوسفؑ کی محبت اور بڑھاپے نے آپ کو عقل سے بھی عاری کر دیا ہے ۔ جب یہ بھائی گھر پہنچے تو انہوں نے حضرت یعقوب کے چہرے پر حضرت یوسفؑ کا پیراہن ڈال دیا ۔ خدا کی قدرت سے ان کی آنکھوں کی بینائی اسی وقت ٹھیک ہو گئی ۔

## تعبیر خواب

اب یہ سب مصر میں حضرت یوسفؑ کے پاس آ گئے ۔ حضرت یوسف کے شان اور دبدبہ کو دیکھ کر ان کے گیارہ بھائی اور ان کے والدین آپ کے سامنے جھک گئے اور اس طرح وہ خواب پورا ہوا جس میں آپ نے دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں اس طرح انھیں گم گشتہ یوسف مل گیا اور یہ خوش خوش مصر میں رہنے لگے ۔

# حضرت شعیب علیہ السلام

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائی مصر میں آ گئے۔ تو عزیز مصر نے کہا بتمہیں اختیار ہے۔ جہاں چاہو انہیں آباد کرو۔ حضرت یوسفؑ نے یہی مناسب سمجھا کہ انہیں شہروں میں آباد نہ کیا جائے۔ کیونکہ شہری ماحول اکثر اچھا نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے عزیز مصر سے کہا کہ یہ لوگ دیہات کے رہنے والے ہیں اس لئے یہ شہروں میں خوش نہ رہ سکیں گے۔ ان کے لئے دیہی زندگی ہی مناسب ہو گی۔

چنانچہ آپ نے اپنے بھائیوں کو ایک سرسبز علاقے میں آباد کر دیا۔ انہی میں سے حضرت شعیبؑ اللہ کے پیغمبر ہو کر دنیا میں تشریف لائے۔

جب حضرت شعیبؑ دنیا میں تشریف لائے تو چند ایک لوگ ہی نہیں ساری کی ساری قوم گناہوں اور بداعمالیوں میں گھری ہوئی تھی۔

یہ لوگ ایک خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ خرید و فروخت میں پورا لینا اور کم تولنا ان کا عام پیشہ تھا۔ چوریاں کرتے اور ڈاکے ڈالتے۔ ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ہر ممکن طریقے سے دولت جمع کی جائے۔ اس کے علاوہ وہ اچھے زمیندار بھی تھے اور زرعی پیداوار سے انہیں معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ اس چیز نے انہیں مغرور اور متکبر بنا رکھا تھا۔

## حضرت شعیبؑ کا وعظ

آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خدائے واحد کی پرستش کرو۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ خرید و فروخت میں ماپ تول کو پورا رکھو اور لوگوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت کھوٹ نہ ملایا کرو۔ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی ان بداعمالیوں کے نتائج سے آگاہ نہ ہو۔ لیکن اب جبکہ خدا کا نبی تمہارے پاس آ چکا ہے تو اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو کسی نے ہمارے بُرے اعمال سے روکا نہیں تھا اگر تم اپنی کامرانی اور کامیابی کے خواہشمند ہو تو ان بُرے کاموں سے باز آؤ اور خدا کے دین کا راستہ اختیار کرو اور زمین پر فتنہ و فساد نہ پھیلاؤ۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے دنیا میں فتنہ و فساد پھیلایا اور خدا کا راستہ چھوڑ کر شیطان کی پیروی کی۔ ان کا انجام اچھا نہیں ہوا۔ اور اگر تم میں سے کچھ آدمی مجھ پر ایمان بھی لائے اور باقی نہ لائے تو اس پر ہی معاملہ

ختم نہ ہو جائے گا۔ تمہیں اس وقت کا انتظار کرنا ہوگا کہ میرا خدا تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ کر دے۔

حضرت شعیبؑ بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ آپ نے ہر طریق سے قوم کو سمجھانے کی کوشش کی۔ محبت سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ مگر ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی۔ چند ایک غریب اور کمزور لوگ جو حضرت شعیبؑ پر ایمان لے آئے تھے۔ ان سرکشوں نے ان کو ستانا شروع کر دیا۔ راستوں میں بیٹھ کر ان کو لوٹ لیتے۔ زدو کوب کرتے اور دھمکاتے لیکن اس کے باوجود حضرت شعیب خداؑ کی طرف سے جو پیغام لے کر آئے تھے۔ لوگوں کو سناتے رہے۔

اس پر اس قوم کے سردار حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس آئے اور آپ کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے اس وعظ و نصیحت سے باز نہ آئے تو ہم مجبور ہوں گے کہ آپ کو یہاں سے نکال دیں۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا۔ میں جو کچھ کہتا ہوں تمہاری ہی بھلائی اور بہتری کے لئے کرتا ہوں۔ اور پھر میں جو تم کو یہ بھلائی کی باتیں سناتا ہوں۔ تم سے ان کا معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا بدلہ تو اللہ کے پاس ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو تم پر خدا کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔

قوم کے سردار غصہ میں آکر بولے۔ اے شعیب! کیا تیری نماز ہم سے یہ چاہتی ہے کہ اپنے دیوتاؤں کی پوجا چھوڑ دیں۔ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اور ہم اگر کم تولنا چھوڑ دیں، کاروبار میں کھوٹ نہ کریں تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم مفلس و قلاش ہو جائیں۔ آپ نے بڑی محبت سے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہارا بھی وہی حشر نہ ہو جو تم سے پہلے نوح، ہود، صالح اور لوط کی قوموں کا ہو چکا ہے۔ اس پر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہماری سمجھ میں تو تمہاری باتیں نہیں آتیں اگر تو واقعی سچا ہے۔ تو چاہیئے یہ تھا کہ تمہاری حالت ہم سے بہتر ہوتی۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ تو بہت کمزور اور غریب ہے۔ ہم تو اس لئے تیرا لحاظ کرتے ہیں کہ تو ہماری قوم ہی میں سے ہے۔ ورنہ تجھ کو سنگسار کر دیتے آپ نے فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو اور تمہارا کام۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ عنقریب خدا کا عذاب اس کا فیصلہ کر دے گا۔ کہ ہم میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں اور تم بھی انتظار کرو۔

## عذاب الٰہی

آخر جب قوم کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے حضرت شعیبؑ کے خدائی پیغام کو ٹھکرا دیا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور

حضرت شعیبؑ کی قوم پر خدا کا عذاب نازل ہو گیا۔ یہ عذاب دو قسم کا تھا۔ ایک خوفناک کڑک نے زمین کو ہلا دیا اور زلزلے نے تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا۔ ابھی یہ زلزلے کی تباہ کاریاں جاری تھیں کہ آسمان سے آگ برسنے لگی اور دیکھتے دیکھتے یہ وسیع قطعہ زمین جلسی ہوئی لاشوں کا قبرستان بن گیا۔ اور یہ سرزمین ایسی معلوم ہوتی تھی کہ یہاں کوئی آباد ہی نہ تھا۔ صرف حضرت شعیبؑ اور ان کے چند ایک ساتھی اس عذاب سے بچے، جنہوں نے ہمیشہ اللہ کے عذاب سے پناہ مانگی تھی۔

کہتے ہیں مدین کی تباہی و بربادی کے بعد حضرت شعیبؑ حضرموت کے شہر سیون کے قریب آ کر ٹھہرے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

# حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کو مصر میں رہتے ہوئے کافی مدت گزر چکی تھی۔ چونکہ باہر سے آئے ہوئے تھے۔ اس لئے مصری انہیں اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ چونکہ حکومت مصریوں کی اپنی تھی اس لئے یہ لوگ ان پر ہر قسم کے ظلم وستم کرتے۔ ان سے بیگار لیتے۔ اور غلاموں سے بدتر سلوک کرتے۔

اس زمانے میں مصر کا ہر بادشاہ فرعون کہلاتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام سولہویں فرعون کے زمانے میں مصر میں تشریف لائے اور جس زمانے کا ذکر ہم کرنے والے ہیں۔ وہ انیسواں فرعون تھا اس کا نام منفتاح بن ریمیس دوم تھا۔

**پیدائش** فرعون نے ایک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا تیری حکومت کے زوال کا باعث ہوگا۔ اس پر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں

جو لڑکا پیدا ہو۔ اس کو قتل کر دیا جائے۔

اسی زمانے حضرت موسیٰ علیہ السلام عمران کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ کو سخت پریشانی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو اس بچے کی خیر نہیں۔ کچھ مدت تک تو ماں باپ نے اس خبر کو چھپایا۔ لیکن مارے پریشانی کے ان کا حال برا ہو رہا تھا۔ آخر خداوند کریم نے آپ کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس معصوم بچے کو صندوق میں ڈال کر دریائے نیل میں بہا دو۔

حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور اپنی بڑی لڑکی کو بھیجا کہ وہ صندوق کے ساتھ ساتھ کنارے پر جائے اور دیکھے کہ خدا کس طرح اس کی حفاظت کرتا ہے۔

جب یہ صندوق تیرتا ہوا شاہی محل کے قریب پہنچا تو فرعون کے گھرانے کی عورتوں میں سے ایک نے اس کو دیکھ کر باہر نکلوا لیا اور جب اس میں ایک خوبصورت بچے کو دیکھا تو خوش ہوئیں۔ اور اس بچے کو محل میں لے گئیں۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن بھی فرعون کی خادماؤں میں شامل ہو گئیں۔

**پرورش**

فرعون کے کوئی اولاد نہ تھی۔ جب اس کی بیوی آسیہ نے ایک حسین و جمیل بچے کو دیکھا تو بہت خوش ہوئیں۔ اتنے میں فرعون بھی آ گیا۔ جب اس نے اس بچے کو دیکھا

تو اُسے اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں وہی بچہ نہ ہو۔ جس کا اشارہ اسے خواب میں ہو چکا ہے۔ بعض خادموں نے بھی یہ کہا کہ بُشرے سے یہ اسرائیلی بچہ معلوم ہوتا ہے۔ اسے مار دینا ہی مناسب ہے۔ فرعون نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ فرعون کی بیوی نے منت سے کہا کہ اس معصوم کو قتل نہ کرو۔ کوئی بڑی بات نہیں اگر یہی بچہ میری اور تیری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن جائے۔ اور ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔ اور اگر حقیقت میں یہی وہ بچہ ہے جو تیرے خواب کی تعبیر بننے والا ہے تو ہم اس کی ایسی تربیت کریں گے کہ ہمارے لئے نقصان رسان بننے کے بجائے مفید ہی ثابت ہو۔ اس طرح فرعون حضرت موسیٰؑ کے قتل کرنے سے باز رہا۔

اب اس بچے کی پرورش کا معاملہ تھا۔ فرعون کی بیوی نے بہت سی دایہ بلائیں۔ مگر حضرت موسیٰ نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ کوئی صورت کارگر نہیں ہوتی۔ تو اس نے کہا۔ میں ایک ایسی دایہ کو جانتی ہوں جو اس خدمت کے لئے بہت موزوں اور مناسب ثابت ہوگی اور وہ ہے بھی بہت نیک۔ فرعون کی بیوی نے حکم دیا کہ فوراً اس دایہ کو لایا جائے۔

حضرت موسیٰؑ کی بہن گھر پہنچیں۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ

کا بیٹے کی جدائی میں بُرا حال ہو رہا تھا اور اب وہ اس حد تک بے تاب ہو رہی تھیں کہ اس راز کو فاش کر دیں کہ ان کی بیٹی نے یہ مژدہ جانفزا سنایا — وہ فوراً فرعون کے محل میں پہنچیں۔ حضرت موسیٰ نے فی الفور ان کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

حضرت موسیٰ فرعون کے گھر میں پل کر جوان ہو گئے۔ آپ بڑے خوبصورت اور طاقتور تھے۔ چہرہ بارعب اور بات چیت میں ایک خاص وقار تھا۔ جب آپ بنی اسرائیل پر مصریوں کے مظالم دیکھتے تو ان کا دل بہت کڑھتا اور آپ ہر موقعہ پر ان کی مدد کرتے۔

## مصری کی ہلاکت

ایک دن آپ شہر سے باہر جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار میں لے کر تنگ کر رہا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ اس کے قریب سے گزرے تو اسرائیلی نے حضرت موسیٰؑ سے فریاد کی۔ آپ نے مصری کو اس سختی اور جبر سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن مصری نہ مانا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے غصے میں آکر مصری کے ایک ایسا طمانچہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کی موت کا حضرت موسیٰؑ کو بہت رنج ہوا۔ آپ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس کو جان سے مار دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے خدا سے اس کی معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا۔

ایک مصری کی موت نے سارے شہر میں تہلکہ مچا دیا لیکن یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ مارنے والا کون تھا۔ اگلے ہی دن پھر آپ ایک طرف سے جا رہے تھے کہ دیکھا کہ وہی اسرائیلی ایک قبطی سے جھگڑ رہا ہے۔ آج پھر اُس نے حضرت موسیٰ سے فریاد کی۔ آپ کو اگرچہ بہت ناگوار گزرا۔ مگر آپ نے ایک طرف تو اس قبطی کو روکا اور دوسری طرف اسرائیلی کو ڈانٹا کہ تو ہر وقت جھگڑا مول لے کر بلا وجہ فریاد کرتا رہتا ہے۔ جونہی حضرت موسیٰ نے اس کو ہٹانے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو اس نے سمجھا کہ مجھے مارنے لگے ہیں۔ وہ چلایا۔ موسیٰ کل تم نے ایک مصری کو مارا۔ اسی طرح آج مجھے بھی ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

## حضرت موسیٰ مدین میں

اب کیا تھا۔ سارے شہر میں خبر مشہور ہو گئی کہ کل والے مصری کو حضرت موسیٰ نے مارا تھا۔ فرعون نے ان کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔ اس وقت ایک آدمی فرعون کے دربار میں موجود تھا۔ جس کو حضرت موسیٰ سے اُنس تھا۔ اس نے فوراً حضرت موسیٰ کو جا کر سارے واقعہ کی اطلاع دی اور مشورہ دیا کہ آپ فوراً یہاں سے نکل جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ یہاں سے بے سروسامان نکل کھڑے ہوئے اور منزلیں طے کرتے ہوئے مدین کے شہر میں جا پہنچے۔

آپ بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے۔ جب ایک کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ کنوئیں پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور لوگ اپنے اپنے ریوڑوں کو پانی پلا رہے ہیں سب سے پیچھے دو لڑکیاں اپنی بکریاں لئے کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان لڑکیوں سے پوچھا کہ تم کیوں اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلاتیں۔ انہوں نے کہا ہمارا باپ ضعیف ہے اور ہم کمزور عورتیں۔ یہاں جو طاقتور ہے وہ سب سے پہلے اپنے ریوڑ کو پانی پلاتا ہے اور سب کے بعد ہماری باری آتی ہے اور سب کا بچا کھچا پانی ہماری بکریاں پیتی ہیں۔

حضرت موسیٰؑ بڑے وجیہ، خوش شکل اور جوان تھے۔ آپ بھیڑ کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور اس چرسے کو جس کو تین چار آدمی کھینچتے تھے۔ اکیلے ہی کھینچ کر پانی نکالا اور ان لڑکیوں کے ریوڑ کو پلا دیا۔ وہ لڑکیاں تو چلی گئیں اور حضرت موسیٰؑ ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔

جب وہ لڑکیاں گھر پہنچیں تو ان کا بوڑھا باپ بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آج تم پہلے ہی کیوں آگئی ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایک پردیسی نوجوان آگیا تھا۔ جس نے ہماری بکریوں کو پہلے پانی پلا دیا۔ بوڑھے باپ نے کہا کہ یہ احسان فراموشی ہوگی کہ ہم اپنے محسن کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہ کریں۔ جاؤ

پردیسی نوجوان کو اپنے گھر بلا لاؤ تاکہ ہم اس کی کچھ خدمت کر سکیں۔ چنانچہ ایک لڑکی گئی اور حضرت موسیٰؑ کو ساتھ لے آئی۔ ان کے باپ نے حضرت موسیٰؑ کو کھانا کھلایا اور اس طرف آنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے تمام واقعہ سنا دیا۔ ساری داستان سن لینے کے بعد ان کے باپ نے کہا۔ خدا کا شکر کرو کہ تم کو ظالموں سے نجات مل گئی ہے۔ یہاں تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔

اس لڑکی نے جو آپ کو بلانے گئی تھی اپنے بزرگ باپ سے کہا کہ باوا جان بہتر ہو کہ اس نوجوان کو ملازم رکھ لیا جائے ملازم وہی اچھا ہوتا ہے جو امانتدار بھی ہو اور طاقتور بھی۔ باپ نے لڑکی سے پوچھا کہ تمہیں اس کی امانت اور طاقت کا کیسے پتہ چلا۔ اس نے جواب دیا۔ اس کی قوت و طاقت کا اندازہ تو اس سے ہو سکتا ہے کہ کنوئیں کا بڑا ڈول اس نے اکیلے ہی کھینچ لیا اور دیانت و امانت کا اس طرح اندازہ کیا کہ جب میں اس کو بلانے گئی تو اس نے مجھے دیکھ کر نظریں نیچی کر لیں، اور جب چلنے لگا تو مجھے اپنے پیچھے چلنے کو کہا اور صرف اشاروں سے میں اس کی رہنمائی کرتی رہی۔

یہ سن کر وہ بزرگ بہت خوش ہوئے اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اگر تم آٹھ سال میری بکریاں چراؤ تو اپنی یہ بیٹی تمہارے

نکاح میں دے دوں گا اور اگر تم دو سال اور بکریاں چلاؤ۔ تو یہی لڑکی کا حق مہر ہوگا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو قبول کیا اور فرمایا کہ یہ میری خوشی پر چھوڑ دیئے۔ ان دونوں میں سے جو مدت میں چاہوں اس کو پورا کر دوں۔ چنانچہ مقررہ مدت تک بکریاں چرانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہو گئی۔

## جلوۂ خداوندی

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے ہوئے دور نکل گئے۔ آپ کی بیوی بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ رات ہو گئی اور آپ راستہ بھول گئے۔ رات بڑی سرد اور تاریک تھی۔ آپ کو آگ کی تلاش ہوئی۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے کوہ سینا پر چمکتا ہوا شعلہ نظر آیا آپ نے اپنی بیوی سے کہا۔ تم یہیں ٹھیرو۔ میں وہاں سے آگ لے آؤں۔ اور ہو سکتا ہے۔ وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے، جو ہمیں سیدھا راستہ بتا سکے۔

آپ چلے جا رہے تھے اور آگ اور دور ہوتی جاتی تھی۔ جب کچھ دور تک چلنے کے بعد بھی آگ سے دور رہے تو حضرت موسیٰؑ خوف کھانے لگے اور قریب تھا کہ واپس لوٹ جائیں۔ کہ آواز آئی۔

اے موسیٰ میں تیرا پروردگار ہوں۔ اپنا جوتا اتار دے۔

یہ طویٰ کی مقدس وادی ہے۔ میں نے تجھ کو رسالت کے لئے
چن لیا ہے۔ پس جو کچھ میں حکم دوں اس کو غور سے سن۔ سچ ہے

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

حضرت موسیٰؑ یہ آواز سن کر چونکے اور اپنے جوتے اُتار
دیئے۔ خوشی اور مسرت سے حیران کھڑے تھے کہ آواز آئی۔

موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟

حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ یہ میرا سونٹا ہے۔ اس سے
میں بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کی ٹیک لگا کر آرام
کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔

جونہی حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینکی وہ ایک
خوفناک اژدھا بن کر دوڑنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام گھبرا
کر بھاگنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ موسیٰ خوف نہ
کھاؤ۔ اس کو پکڑ لو۔ ہم اس کو پھر اسی حالت میں لوٹا دیں گے"
جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس اژدھا کو پکڑا تو وہ پھر
لاٹھی تھی۔

اب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ "اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر

مس کر کے باہر نکالئے وہ روشن ہو جائے گا اور یہ ایک بیماری نہ ہوگی۔ بلکہ تیرے اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ہماری ان نشانیوں کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو اور اس کی قوم کو سیدھا راستہ دکھاؤ۔ اس نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور وہ بنی اسرائیل پر انتہائی ظلم کر رہا ہے۔ ان کو اس غلامی اور ذلت سے نجات دلاؤ۔

حضرت موسیٰ نے عرض کی یا اللہ! میری زبان میں لکنت ہے۔ میرا بھائی مجھ سے زیادہ فصیح البیان ہے۔ لہٰذا اس کو بھی نبی بنا کر میرا شریک کار بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جاؤ تمہارے بھائی ہارون کو بھی ہم نے نبوت کا مرتبہ عنایت کیا۔ اب تم فرعون کے پاس جاؤ۔ ہم نے تم کو جو نشانات دیئے ہیں۔ وہ تمہاری کامیابی کا باعث ہوں گے اور آخر کار تم ہی غالب رہو گے۔

## حضرت موسیٰؑ فرعون کے دربار میں

حضرت موسیٰؑ مصر میں تشریف لائے اور اپنے بھائیؑ کو ساتھ لے کر فرعون کے دربار میں گئے۔ اور فرعون سے کہا کہ خدا نے مجھے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ہم تم سے دو باتیں کہتے ہیں۔ ایک تو خدائے واحد پر ایمان لے آؤ۔ دوسرے بنی اسرائیل پر ظلم و ستم سے باز آؤ اور

ان کو غلامی سے نجات دو۔

فرعون نے جب سنا تو کہنے لگا۔ موسیٰ! آج تو میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے۔ کیا تو بھول گیا ہے کہ تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی ہے اور پھر شاید تو یہ بھی بھول گیا ہے کہ تو ایک مصری کو قتل کر کے بھاگ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ درست ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ نادانستگی میں مجھ سے ایک مصری بھی قتل ہو گیا تھا۔ لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کے بدلے میں تو ساری بنی اسرائیل کی قوم کو غلام بنائے رکھے۔

فرعون سے کافی باتیں ہوئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیار و محبت سے فرعون کو سمجھانے کی بہت کوشش کی اور جب اس سے کوئی جواب نہ بن آیا تو درباریوں سے کہنے لگا کہ یہ تو کوئی پاگل معلوم ہوتا ہے اور کج بحثی کرنے لگا اور اپنے وزیر ہامان سے کہنے لگا کہ ایک اونچی عمارت بناؤ۔ جس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں اور میں تو اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں اور پھر دھمکی دینے لگا کہ اے موسیٰ! اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو عبادت کے لائق سمجھا تو میں تجھ کو قید خانے میں ڈال دوں گا حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میں اپنی صداقت میں تیرے پاس ظاہر نشان لایا ہوں۔ فرعون نے کہا اگر تیرے پاس کوئی نشان ہے تو

ہمیں بھی دکھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی کو زمین پر پھینک دیا اور وہ ایک خوفناک اژدھا بن گئی۔ پھر اپنا ہاتھ گریبان کے اندر لے گئے۔ جب نکالا تو وہ ایک روشن ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔

یہ دیکھ کر فرعون کے درباری چلا اٹھے کہ یہ تو کوئی بہت بڑا جادوگر ہے چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ اب تو موسیٰ اور ہارون کو جانے دیا جائے اور کچھ دن بعد اپنی سلطنت کے تمام بڑے بڑے جادوگروں کو اکٹھا کر کے حضرت موسیٰ سے مقابلہ کرایا جائے۔

فرعون نے حضرت موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ موسیٰ! میں جانتا ہوں کہ تو مجھ کو مصر سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ اب تیرا علاج یہی ہے کہ تیرے اور ہمارے درمیان مقابلہ ہو۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اس کے لئے جشن نوروز کا دن بہتر رہے گا۔ اس دن دن چڑھتے ہی تمام لوگ میدان میں جمع ہو جائیں۔

چنانچہ فرعون نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر بڑے بڑے جادوگر منگائے۔ اور جشن کے دن ایک کھلے میدان میں فرعون کا دربار لگا۔ فرعون کو یقین تھا کہ اس کے جادوگر آج موسیٰ کو شکست دے کر رہیں گے۔ اور وہ جادوگروں سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے آج موسیٰ کو ہرا دیا تو تم صرف دولت سے ہی مالا مال نہ کئے جاؤ گے بلکہ تم کو میرے دربار میں عزت کا مقام حاصل ہو گا۔

مقابلے سے پہلے حضرت موسیٰ نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" اللہ پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ خدا کا عذاب تم کو اس دنیا سے نیست و نابود کر دے"۔ جادوگروں نے آگے بڑھ کر کہا کہ ان باتوں کو جانے دو۔ اب ذرا دو دو ہاتھ ہو جائیں اب یہ بتاؤ کہ پہل تم کرو گے۔ یا ہم کریں۔ آپ نے دیکھا۔ کہ ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔ تو آپ نے فرمایا۔ پہل تمہاری طرف سے ہونی چاہیئے۔

اب ان جادوگروں نے اپنی رسیاں، بان اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں جو سانپ اور اژدھا بن کر زمین پر دوڑنے لگے یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ کچھ گھبرا سے گئے۔ مگر اسی وقت خدا کا حکم ہوا۔ موسیٰ خوف نہ کھاؤ۔ ہمارا وعدہ ہے کہ تم غالب رہو گے۔ اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً اپنا عصا زمین پر پھینک دیا اور وہ ایک خوفناک اژدہا بن گیا جس نے تمام جادو کے زور سے بنے ہوئے نمائشی سانپوں کو نگل لیا۔ جادوگر یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے اور پکار اٹھے کہ موسیٰ کا یہ عمل جادو نہیں، بلکہ خدا کا معجزہ ہے اور فوراً سجدے میں گر پڑے اور اعلان کیا کہ ہم موسیٰؑ اور ہارون کے خدا پر ایمان لے آئے ہیں۔

یہ دیکھ کر فرعون بہت جھنجھلایا اور کہنے لگا کہ موسیٰ تم تمام

جادوگروں کا اُستاد ہے۔ تم میرے حکم کے بغیر موسیٰ کے خدا پر ایمان لے آئے۔ اب دیکھو میں تمہیں کیسی سزا دیتا ہوں۔ تمہارے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کٹوا دوں گا۔ اور کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا۔ اُس وقت تم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم دونوں میں سے کون سخت عذاب دینے والا ہے اور کس کا عذاب دیر پا ہے اور میں جانتا ہوں کہ تمہاری یہ سازش ہے۔ کہ مجھے تخت سے محروم کر دو۔

## جادوگروں کا قبول اسلام

جادوگروں نے کہا کہ اب سچائی ہمارے سامنے آگئی ہے تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزر۔ ہم ایک خدا پر ایمان لا چکے ہیں۔ وہ ہماری خطائیں بخش دے۔

یہ دیکھ کر اسرائیلی نوجوانوں کی ایک جماعت بھی حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئی۔ لیکن وہ بھی فرعون کے قہر و غضب سے ڈرتے تھے اس لئے کھل کر اعلان نہ کر سکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہو اور اس کے فرمانبردار بننا چاہتے ہو تو فرعون سے ہرگز نہ ڈرو اور اللہ پر ہی اپنا بھروسہ رکھو۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالم قوم کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہم کو اپنی رحمت کے ساتھ

منکروں سے نجات دے۔

فرعون کی قوم نے فرعون سے کہا کہ تو کب تک دیکھے گا۔ کہ موسیٰ اور اس کی قوم کے لوگ ملک میں فساد پھیلاتے پھریں اور تیرے دیوی دیوتاؤں کو ٹھکرائیں۔ فرعون نے کہا تم فکر نہ کرو۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دوں گا اور لڑکیوں کو لونڈیاں بنا کر رکھوں گا۔ وہ تو ہمارے بس میں ہیں اور ہم ہر طرح سے ان پر غالب ہیں۔

جب حضرت موسیٰ کو فرعون اور اس کے درباریوں کے منصوبوں کا علم ہوا تو آپ نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے اللہ پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی۔ اس پر بنی اسرائیل کے لوگوں نے کہا۔ موسیٰ! ہم تو پہلے ہی مصیبتوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ تیرے آنے سے کچھ امید بندھی تھی۔ مگر تیرے آنے کے بعد تو اور بھی مصیبت آگئی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے تم ضرور کامیاب رہو گے۔ اور تمہارا دشمن ہلاک ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنی قوم اور دوسرے ایمان لانے والوں سے کہا کہ تم اپنے مکان قبلہ رُخ بناؤ اور اس میں نماز پڑھا کرو اور جو ایمان لائے ہیں۔ ان کو کامیابی کی بشارت دو۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ! یہ لوگ اس وقت تک یقین نہ کریں گے۔ جب تک دردناک عذاب کو اپنے

سامنے نہ دیکھ لیں گے۔ اللہ نے فرمایا۔ موسیٰ! ہم نے تیری دعا قبول کر لی ہے۔

اب فرعون اور اس کے درباریوں میں حضرت موسیٰؑ کے قتل کے مشورے ہونے لگے۔ ان میں ایک مرد مومن بھی تھا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوا تھا۔ اس نے کہا تم ایک ایسے شخص کو مارنا چاہتے ہو جو یہی بات کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنی سچائی میں بہترین نشانیاں لایا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو تم کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے تو پھر اس کے ان وعدوں سے ڈرو جو وہ خدا کی جانب سے سناتا ہے اس نے فرعون سے کہا کہ میں تم کو وہی مشورہ دے رہا ہوں جس کو اپنے خیال میں درست سمجھتا ہوں اور تمہاری بھلائی کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اس مومن نے یہ بھی کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارا حال نوح، عاد، اور ثمود کی قوموں جیسا نہ ہو اور اس وقت تم کو کوئی نہ بچا سکے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم سیدھی راہ اختیار کرو۔ لیکن فرعون اور اس کے سرداروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے کہا کہ موسیٰ سے پہلے اس سے نپٹ لینا چاہیئے۔

فرعون کو جب کوئی صورت نہ سوجھی تو اس نے لوگوں سے کہنا شروع کیا۔ موسیٰؑ کے ان دیکھے خدا پر کیسے ایمان لاتے ہو۔ اگر میرے علاوہ کوئی اور خدا ہے تو وہ موسیٰ کے لئے آسمان سے سونے کے کنگن کیوں نہیں برساتا۔ اور اس

کے جلو میں فرشتوں کی صفیں کیوں نہیں چلتیں۔ ان عقل کے اندھوں کے ذہن میں یہی بات آگئی اور انھوں نے دوبارہ فرعون کی اطاعت اختیار کر لی۔

## فرعون کی غرقابی

آخر جب مصریوں کی سرکشی اور نافرمانی حد کو پہنچ گئی تو حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے فرعون کو مطلع کر دیا کہ تم پر عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے۔ اب یہ صورت ہوئی کہ جب عذاب کی صورت پیدا ہوتی۔ تو وہ حضرت موسیٰ سے کہتے کہ اگر یہ عذاب ٹل جائے تو ہم تمہارے خدا پر ایمان لے آئیں گے اور تم بنی اسرائیل کو لے کر چلے جانا۔ اس پر حضرت موسیٰ دعا کرتے اور عذاب ٹل جاتا۔ اس طرح کئی بار ہوا لیکن جب عذاب رفع ہو جاتا تو یہ لوگ پھر منکر ہو جاتے۔

اب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین میں لے جاؤ۔ چنانچہ آپ رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر نکل گئے۔ ادھر فرعون کو بھی اطلاع مل گئی۔ اس نے ایک زبردست فوج کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ وہ پانی کے کنارے پر پہنچے تھے کہ مصری فوجیں آگئیں۔ جنھیں دیکھ کر بنی اسرائیل بہت گھبرائے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان کو تسلّی دی کہ گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پانی پر
مارو۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ نے بحیرہ قلزم کے پانی پر اپنی لاٹھی
ماری تو اس میں سے راستہ بن گیا اور حضرت موسیٰ بڑے آرام سے
بحیرہ قلزم سے پار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر فرعون نے اپنی فوج کو حکم دیا
کہ تم بھی اسی راستے سے بحیرہ قلزم کو پار کر جاؤ۔ لیکن جب فرعون
اور اس کی ساری فوج درمیان میں آ گئی تو اللہ کے حکم سے پانی
پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اپنی فوج سمیت غرق ہو
گیا۔ جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس نے پکارا کہ میں موسیٰ کے خدا پر
ایمان لاتا ہوں۔ لیکن یہ بعد از وقت تھا اور مصری ایسے کئی وعدے
پہلے کر چکے تھے۔ فرعون کی پکار پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "آج کے
دن ہم تیرے جسم کو ان لوگوں کے لئے جو تیرے پیچھے آنے والے
ہیں نجات دیں گے کہ وہ عبرت کا نشان بنے"۔ چنانچہ ہزاروں
سالوں کے بعد اس کی لاش دستیاب ہوئی ہے اور اب مصر کے
عجائب خانہ میں موجود ہے۔

جب فرعون غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل عرب کے ریگ
زار میں پہنچے تو انہوں نے وہاں کے بُت پرست لوگوں کو بتوں
کی پوجا کرتے دیکھا تو کہنے لگے موسیٰ! ہمیں بھی ایسے بُت بنا دے
کہ ہم اس کی عبادت کیا کریں گے۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے ان کو
ڈانٹا اور کہا کہ تم نے فرعون کا حشر نہیں دیکھا۔

## بنی اسرائیل کے بہانے

اب انہوں نے کہا موسیٰ تم ہم کو کہاں لے آیا ہے۔ یہاں نہ تو پانی ہے اور نہ کھانے پینے کی چیزیں اور پھر یہاں گرمی بہت پڑتی ہے اور کوئی سایہ دار درخت بھی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر اپنی لاٹھی ماری۔ جس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ اترنے لگا اور وہ جہاں بھی جاتے۔ بادل ان پر سایہ کئے رہتے لیکن ان کے ساتھ ہی خدا نے کہہ دیا کہ اپنی ضرورت سے زیادہ جمع نہ کرنا۔

کچھ مدت تک تو وہ خدا کی یہ نعمتیں کھاتے رہے۔ ایک دن سب قوم جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ایک ہی قسم کی غذا کھاتے کھاتے تو ہم تنگ آگئے ہیں۔ اب اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے زمین سے کھیرا، ککڑی، باقلا، مسور، لسن اور پیاز جیسی چیزیں اُگائے تاکہ ہم خوب کھائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم کی اس ناشکری پر بڑا غصہ آیا اور فرمایا کہ تم کس قدر احمق ہو کہ اچھی چیزوں کو چھوڑ کر گھٹیا چیز کی خواہش کر رہے ہو اگر تم کو ایسی چیزوں کی خواہش ہے تو جاؤ کسی شہر میں جا کر آباد ہو جاؤ۔

اب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر خدا کے حکم کے مطابق چالیس

وہاں کے اعتکاف کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے بھائی کو اپنا نائب بنا گئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا چلہ ختم ہو گیا تو خدا سے عرض کی اپنا جلوہ تو دکھا دو۔ خدا نے کہا موسیٰ تم میرے جلوے کی تاب نہ لاسکو گے۔ جب حضرت موسیٰ کی طرف سے اصرار بڑھا تو خدا نے فرمایا کہ اچھا ہم اپنی تھوڑی سی تجلی پہاڑ پر پھینکتے ہیں۔ اگر تم اس کی تاب لا سکے تو پھر سوال کرنا۔ چنانچہ خدا کی تجلی پہاڑ پر پڑی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰؑ کو ہوش آیا۔ تو کہنے لگے "خدایا تیرے لئے ہر طرح کی پاکیزگی ہو۔ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو توراۃ عطا کی۔

## گئوسالہ پرستی

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر بنی اسرائیل نے سامری کے کہنے سے ان زیوروں سے جو وہ مصر سے لے آئے تھے سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور سامری نے جب وہ خاک اس کے اندر پھونکی جو وہ بحیرہ قلزم میں حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے سموں کے نیچے سے اٹھا لایا تھا تو وہ بچھڑا بھیں بھیں کرنے لگا۔ ہارونؑ نے ہر چند قوم کو اس شرک سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اس واقعہ کی اطلاع خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر ہی دے دی۔ اور فرمایا کہ تم کو اتنی کیا جلدی تھی جو میرے پاس چلا آیا۔ تجھے نہیں پتہ تیری قوم تیرے پیچھے شرک میں مبتلا ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا غصہ آیا اور طور سے اتر کر اپنی قوم میں آئے۔ آپ غصے سے کانپ رہے تھے۔ اس سے تورات کی تختیاں بھی ہاتھ سے گر پڑیں۔ آپ نے غصے میں حضرت هارون کے سر کے اور داڑھی کے بال بھی نوچے۔ حضرت ہارونؑ نے کہا کہ میرے بھائی مجھ پر سختی نہ کر۔ میں نے ہر چند ان کو منع کیا۔ لیکن یہ باز نہ آئے۔ آپ نے اس بچھڑے کو جلا کر اس کی خاک سمندر میں بہادی۔ اور سامری کو بد دعا دی کہ تو لوگوں سے بھاگتا پھرے گا۔

اب آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہاری طرف اللہ کی کتاب تورات لایا ہوں۔ اس پر ایمان لاؤ۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم کیسے مان لیں کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ ہم تو اس وقت مانیں گے جب خدا ہم سے خود کہے کہ یہ میری کتاب ہے۔ حضرت موسیٰؑ یہ سن کر بہت جھلائے اور فرمایا کہ اچھا سب تو نہیں، تم کچھ نمائندے میرے ہمراہ کر دو۔ اگر وہ خدا سے میری باتیں ہوتی دیکھ لیں تو تم بھی یقین کر لینا۔ اس پر سب راضی ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ستر آدمی منتخب کئے۔ طور پر جا کر انہوں نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو خدا سے باتیں کرتے سنا۔ لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے۔ اس پر ایک خوفناک کڑکا ہوا۔ جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ مگر پھر خدا کے حکم سے زندہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت کے دن مُردوں کو پھر زندہ کرے گا۔

اب ان لوگوں نے تصدیق کی اور قوم میں آکر سب واقعہ سنایا۔ لیکن قوم نے ان پر بھی یقین نہ کیا۔ اس پر خدا نے کوہ طور کو ان کے سروں پر ہوا میں کھڑا کر دیا جو ڈول رہا تھا۔ اب تو بنی اسرائیل گھبرائے اور کہا موسیٰ ہم تجھ پر، تورات پر، اور تیرے خدا پر ایمان لائے اس مصیبت کو دور کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور پہاڑ اپنی جگہ پر چلا گیا۔

بنی اسرائیل حجت بازی میں بہت ہوشیار تھے اور بات بات پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ ان میں ایک قتل ہو گیا، مگر قاتل کا سُراغ نہ ملا۔ حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے فرمایا کہ تم ایک گائے ذبح کرو اور اس کے گوشت کے ٹکڑے کو مقتول سے مس کرو۔ مقتول زندہ ہو جائے گا۔ اب انہوں نے حجت بازی شروع کی کہ وہ گائے بچی ہو۔ جوان ہو، یا بوڑھی ہو، اس کا رنگ کیسا ہو۔ آخر بڑی مشکل سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام انہیں گائے ذبح کرنے پر آمادہ کر سکے اور ان کو ہر بات کا جواب خدا کی طرف سے دیا کہ گائے کیسی ہونی چاہیئے۔

یہ لوگ ابھی فلسطین میں نہیں پہنچے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم اپنے باپ دادا کی سرزمین داخل ہو جاؤ۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ بہت طاقتور لوگ ہیں۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر وہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں تو اس کے بعد ہم وہاں جا سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ہر چند یقین دلایا کہ خدا کی فتح و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔ مگر وہ نہ مانے اور کہا کہ پھر تم، ہارون، اور تمہارا خدا ہی ان طاقتوروں سے لڑے۔ ہم میں تو ہمت نہیں ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ ع نے دعا کی کہ اے اللہ میں اور میرا بھائی ہارون اس قوم سے الگ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ کہ یہ لوگ چالیس سال تک اس وادی میں بھٹکتے پھریں گے۔ اس کے بعد ان کی اولادیں ان کی سرزمین میں داخل ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں ایک دو اور واقعات کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

## قارون کا واقعہ

ایک واقعہ تو بنی اسرائیل میں سے ہی ایک دولت مند شخص قارون کا تھا کہ اس کے پاس اس قدر دولت تھی کہ اس کے خزانے کی کنجیاں کئی اونٹ اٹھاتے تھے۔ مگر وہ حد درجہ کا بخیل واقع ہوا تھا

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس کو بار بار سمجھایا کہ اس دولت سے جو خدا نے تمہیں بخشی ہے دوسروں کی خدمت بھی کیا کرو۔ اور زکواۃ دیا کرو۔ مگر وہ کہتا کہ میں نے تو یہ دولت اپنے ہنر سے پیدا کی دوسروں کو کیوں دوں۔ اس نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی دولت سمیت غرق کر دیا۔

## حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السّلام

دوسرا واقعہ حضرت خضر علیہ السّلام کی ملاقات کا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی درخواست پر ہی ہوا۔ انہوں نے خداوند کریم سے عرض کی تھی اے اللہ مجھے کچھ پوشیدہ راز بھی معلوم ہو جائیں۔ خدا نے فرمایا۔ فلاں جگہ پر تمہیں حضرت خضر ملیں گے۔ حضرت موسیٰ وہاں جا کر حضرت خضر سے ملے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ حضرت خضرؑ نے کہا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم صبر نہ کر سکو گے اور ہر بات پہ کہو گے کہ ایسا کیوں ہوا؟ آپ نے کہا کہ میں کچھ نہ کہوں گا۔

چنانچہ حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ کو لے کر ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی بڑی خوبصورت تھی۔ جب کشتی درمیان میں پہنچی تو حضرت خضرؑ نے کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے متعجب ہو کر کہا۔ یہ آپ نے کیا کر دیا۔ ان ملاحوں نے بغیر کوئی پیسہ لئے آپ کو دریا پار کرایا اور آپ نے

ان کی کشتی توڑ کر ان کو نقصان پہنچایا۔ حضرت خضر نے کہا، کہ
میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم چپ نہیں رہ سکو گے۔ حضرت موسیٰؑ
نے وعدہ کیا۔ اب میں نہیں بولوں گا۔

آگے بڑھے تو دیکھا کہ چند لڑکے کھیل رہے ہیں۔ حضرت
خضر نے بلا وجہ ایک لڑکے کو پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت
موسیٰؑ سے برداشت نہ ہو سکا اور کہنے لگے آپ نے کیوں بلا وجہ
ایک معصوم لڑکے کو پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ اس پر حضرت
خضر علیہ السلام نے کہا۔ کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔
کہ تم باز نہیں رہ سکتے اور تم میرے ساتھی نہیں بن سکتے۔
اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اچھا اب کے تو
درگزر کرو۔ اگر اب میں اعتراض کروں تو بے شک میرا ساتھ
چھوڑ دینا۔

اب یہ دونوں نبی ایک بستی میں پہنچے۔ بھوک اور پیاس سے
حضرت موسیٰؑ تنگ ہو رہے تھے۔ مگر بستی والوں میں سے کسی نے
ان کو پوچھا تک نہیں۔ اس بستی میں سے گزرتے ہوئے انہوں نے
دیکھا کہ ایک مکان کی دیوار گرنے والی ہے۔ حضرت خضر نے اپنے ہاتھ
کے سہارے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کو بہت تعجب ہوا
رہ نہ سکے اور آخر کہہ دیا کہ یہ بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس
گاؤں والوں نے تو ہمیں پوچھا تک نہیں اور تم نے بغیر مزدوری

کے ان کی دیوار درست کر دی۔

حضرت خضر نے کہا کہ اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آگیا ہے۔ اب میں تم کو ان تینوں واقعات کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں۔ کشتی چند مسکینوں کی تھی۔ جس کو سمندر میں چلا کر وہ اپنی روزی پیدا کر رہے ہیں۔ وہ جس طرف جا رہے تھے۔ اسی طرف ایک ظالم بادشاہ ہے۔ جو ہر اچھی کشتی پر زبردست قبضہ کر لیتا ہے۔ میں نے اس کا تختہ اکھیڑ دیا تاکہ بادشاہ اس پر قبضہ نہ کر سکے اور جس لڑکے کو میں نے مارا ہے۔ اس کے ماں باپ مومن ہیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ یہ سرکش اور کافر ہو گا۔ جس سے انھیں دکھ ہو گا۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ انھیں دیندار لڑکا عنایت کرے اور جن کی میں نے دیوار درست کر دی وہ دو یتیم بچوں کا مکان ہے اور دیوار کے نیچے خزانہ گڑھا ہے۔ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ خدا کی مرضی یہ ہے کہ جب وہ جوان ہوں تو خزانہ اُن کو ملے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ مگر تم ان باتوں کے لئے صبر نہ کر سکے۔

# حضرت داؤد علیہ السلام

خداوند کریم کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
جانشین حضرت یوشع اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین میں
داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ شہر
میں فاتحانہ داخل ہوں تو مغرور اور متکبر انسانوں کی طرح داخل نہ
ہوں۔ بلکہ خدا کا شکر اور توبہ و استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں۔
لیکن لوگوں نے اس حکم کی پروا نہ کی اور اکڑ اکڑ کر شہر میں داخل
ہوئے۔ اس نافرمانی سے ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور وہ پھر
محکوم و مقہور ہو گئے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے نبی آئے۔
جن میں حضرت الیاس اور حضرت الیسع کے نام قابل ذکر ہیں
لیکن حضرت موسیٰ کی وفات کے کوئی ساڑھے تین سو سال تک
ان میں کوئی بادشاہ نہ ہوا اور نہ وہ کسی کو حکمراں بنانے کو تیار تھے

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دوسری ہمسایہ قوموں سے ہمیشہ پٹتے رہے
اس زمانے میں ایک بادشاہ جالوت نے بنی اسرائیل کی تمام
بستیوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔ اس نے
بنی اسرائیل پر بے پناہ مظالم توڑے۔

## حضرت شموئیل

اس وقت بنی اسرائیل میں حضرت شموئیل علیہ السلام تورات کے حافظ تھے اور اللہ
نے ان کو نبی بھی بنایا تھا۔ چنانچہ قوم نے اُن سے درخواست کی۔ کہ
ان پر کوئی بادشاہ بنایا جائے۔ جس کی سرداری میں ہم ظالموں کا
مقابلہ کر سکیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ "مجھے ڈر ہے کہ اگر تم پر کوئی
بادشاہ مقرر کیا جائے اور وہ تم کو جہاد کا حکم دے تو تم جہاد سے
انکار کر دو"۔ بنی اسرائیلیوں نے کہا کہ ہم اس ذلت سے اب بہت
تنگ آ گئے ہیں۔ انہوں نے ہماری اولاد کو قید کر دیا۔ ہمیں گھر
سے بے گھر کیا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم جہاد سے انکار کر دیں۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت شموئیل نے طالوت کو ان
کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ کیونکہ وہ بہادر بھی تھے اور اہل علم بھی۔ لیکن
جب بنی اسرائیل نے سنا تو وہ اس پر ناک بھوں چڑھانے لگے۔
اور کہنے لگے وہ تو بہت ہی غریب ہے۔ وہ کس طرح ہمارا بادشاہ
ہو سکتا ہے۔

حضرت شموئیلؑ نے فرمایا۔ میں پہلے ہی جانتا تھا۔ کہ تم

بزدل اور پست ہمت ہو اور اسی لئے تم یہ حیلے بہانے تراش رہے ہو۔ حکمرانی کا معیار کثرت دولت نہیں اور ایک اچھے بادشاہ میں جو صفتیں ہونی چاہئیں وہ طالوت میں سب موجود ہیں۔

بنی اسرائیل کو تو حیلے بہانے کرنے میں کمال حاصل تھا اس پر انہوں نے کہا کہ اگر طالوت کا تقرر خدا کی طرف سے ہے تو اس کے لئے خدا کا کوئی نشان دکھاؤ۔ حضرت شموئیل نے فرمایا کہ تابوت سکینہ جو تم سے چھن گیا ہے۔ جس میں تورات اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے۔ وہ طالوتؑ کی بدولت تمہارے پاس آجائے گا۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے فرشتے تابوت سکینہ طالوت کے پاس لے آئے۔

اب بنی اسرائیل کے لئے انکار کی کوئی صورت نہ تھی۔ چنانچہ طالوت بنی اسرائیل کے بادشاہ بنا دیئے گئے۔ اب طالوت نے جالوت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جب یہ فوج روانہ ہوئی تو طالوت کو اندیشہ تھا کہ کہیں یہ راستے ہی میں دھوکہ نہ دے جائیں۔ چنانچہ جنگ سے پہلے طالوت نے ان کی آزمائش کر لینی چاہی چنانچہ جب وہ ایک ندی کو پار کر رہے تھے تو طالوت نے حکم دیا کہ کوئی شخص جی بھر کر پانی نہ پئے۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ جماعت سے باہر نکال دیا جائے گا

صرف حلق تر کر لینے کی اجازت ہے۔ مگر جب یہ لوگ ندی میں آتے ہے تو بہت کم لوگ ایسے تھے۔ جنہوں نے اس حکم کی تعمیل کی ۔ باقی سب نے سیر ہو کر پانی پیا ۔ انہوں نے کہہ دیا کہ ہم تو جالوت کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن وہ لوگ جن کا اللہ پہ کامل ایمان تھا اور جو جانتے تھے کہ فتح و شکست خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کثرت و دولت پر نہیں۔ وہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔

## جالوت اور حضرت داؤد کی جنگ

جالوت خود بھی ایک قوی ہیکل انسان تھا اور اس کے پاس بہت بڑی فوج بھی تھی مجاہدین خدا سے فتح و نصرت کی دعائیں کر رہے تھے۔ میدان جنگ میں پہنچ کر جالوت نے بنی اسرائیل میں سے کسی کو مقابلے کے لیے طلب کیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں سے حضرت داؤد جو لڑائی کی غرض سے نہیں آئے تھے ۔ اور ان کی عمر بھی ابھی چھوٹی تھی جالوت کے مقابلے کو نکلے اور آتے ہی جالوت کا کام تمام کر دیا۔ بادشاہ کی موت نے مخالف فوج کے حوصلے پست کر دیئے۔ وہ بھاگ گئے اور بنی اسرائیل کو فتح نصیب ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں بہت ہر دلعزیز ہو گئے اور بعد میں خدا کے برگزیدہ پیغمبر اور بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے۔ چونکہ

آپ رسول بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن حکیم میں خلیفہ یعنی نائب کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اور خداوند کریم نے آپ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کی حکومت کو مضبوط کیا۔ نبوت عطا کی اور صحیح فیصلہ کی قوت بخشی۔

اگرچہ بنی اسرائیل کے لیئے توراۃ ہی الہامی کتاب تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو بھی زبور عنایت کی۔ چنانچہ حضرت داؤد نے حضرت موسیٰ کی شریعت کو از سر نو زندہ کیا۔ اور اپنی قوم کو نیکی کے راستے پر چلنے کی ہدایت کی۔

زبور میں خدا کی حمد و تعریف کے گیت تھے۔ حضرت داؤدؑ کی آواز اس قدر پیاری اور شیریں تھی کہ جب آپ زبور کو پڑھتے تو انسان تو انسان چرند و پرند تک وجد میں آ جاتے۔ اسی لیئے آج تک "لحن داؤدی" مشہور ہے۔ ان کی خوش آوازی کی اللہ نے قرآن میں بھی تعریف کی ہے۔

**معجزہ** اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا تھا۔ اگرچہ آپ بادشاہ تھے۔ مگر شاہی خزانے سے ایک پیسہ تک اپنے لیئے نہ لیتے تھے۔ بلکہ زرہیں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے اور اس طرح حلال کی کمائی کر کے کھاتے تھے۔ کیونکہ نبی جو بھی خلق خدا کی خدمت

کرتے ہیں وہ کسی معاوضے اور بدلے کے لئے نہیں کرتے ۔
ان کا اجر تو ان کے خدا کے پاس ہوتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کی
زرہیں لڑائی میں بہت مفید ثابت ہوئیں ۔ اس لئے جنگجو
انہیں شوق سے خریدتے تھے ۔ نیز آپ پرندوں کی بولیوں کو
بھی سمجھتے تھے اور یہ علم اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرزند حضرت
سلیمانؑ کو بھی عطا کیا ۔ چوتھا معجزہ آپ کا یہ تھا کہ جب آپ
گھوڑے کی زین کسنا شروع کرتے تو اس سے فارغ ہونے تک
ساری زبور کی تلاوت کر لیا کرتے تھے ۔

کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے سو سال کی عمر میں
وفات پائی اور شہر صیہون میں دفن ہوئے ۔

# حضرت سلیمان علیہ السلام

جب حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ہوا تو آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام جوان تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت اور حکومت عطا کر کے باپ کا جانشین بنایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان کو بھی بہت سے معجزے عطا کر رکھے تھے۔ آپ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ ہوا پر آپ کا قابو تھا۔ آپ کا تخت ہوا پر اُڑا کرتا تھا۔ یعنی صبح اور شام مختلف سمتوں کو ایک ایک ماہ کا فاصلہ طے کر لیا کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہ تھی۔ بلکہ جنّ بھی آپ کے تابع تھے۔

## انگوٹھی کی گمشدگی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس

کی تعمیر شروع کی ۔ جن دور دور سے پتھر اور سمندر سے موتی نکال نکال کر لایا کرتے تھے ۔ یہ عمارتیں آج تک موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے جنوں سے اور بھی بہت سے کام لیئے ۔

ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو آزمایش میں ڈال دیا ۔ آپ کے پاس ایک انگوٹھی تھی ۔ جس پر اسم اعظم کندہ تھا ۔ اس انگوٹھی کی بدولت آپ جن وانس پر حکومت کیا کرتے تھے ۔ لیکن وہ انگوٹھی کسی وجہ سے گم ہو گئی اور شیطان کے ہاتھ آ گئی ۔ چنانچہ آپ تخت و سلطنت سے محروم ہو گئے ۔ ایک مدت کے بعد وہ انگوٹھی شیطان کے ہاتھ سے دریا میں گر پڑی ۔ جسے ایک مچھلی نے نگل لیا ۔ وہ مچھلی حضرت سلیمانؑ نے پکڑ لی ۔ جب اس کو چیرا گیا تو انگوٹھی اس کے پیٹ سے مل گئی اور اسی طرح آپ کو دوبارہ سلطنت اور حکومت مل گئی ۔

## چیونٹیوں کا قصہ

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اپنی کثیر التعداد فوج کے ساتھ ایسے علاقے سے گزر رہے تھے ۔ جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں ۔ اس عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر چیونٹیوں کے سردار نے کہا ۔ چیونٹیو ! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ ۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کی فوج تم کو ہلاک کر دے ۔ چیونٹی کی یہ بات سن کر حضرت سلیمانؑ ہنس پڑے اور فرمانے لگے ۔ اے اللہ ! مجھ کو توفیق دے

کہ میں تیرا شکر ادا کروں جو کچھ تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور میں ایسے نیک کام کروں جو تجھ کو پسند ہوں، اور اپنی رحمت سے تو مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔"

**ملکہ سبا** حضرت سلیمان علیہ السّلام کے زمانے میں یمن کے علاقے پر ملکہ سبا کی حکومت تھی۔ ایک دن حضرت سلیمانؑ کا دربار لگا ہوا تھا۔ جس میں تمام جن وانس، چرند، پرند، اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ ہُدہُد غیر حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا ہُدہُد نظر نہیں آتا اگر اس نے اس غیر حاضری کی معقول وجہ بیان نہ کی تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہُدہُد بھی حاضر ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے دریافت کرنے پر ہُدہُد نے بتایا کہ میں اڑتا ہوا یمن کے ملک میں جا پہنچا تھا۔ جہاں کی حکومت ملکہ سبا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اس کا تخت بہت قیمتی اور شاندار ہے لیکن شیطان نے اس کو گمراہ کر رکھا ہے۔ وہ خدائے واحد کی بجائے آفتاب کی پرستش کرتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا کہ اچھا تو میرا خط اس کے پاس لے جا۔ تیرے جھوٹ اور سچ کا امتحان ابھی ہو جائے گا چنانچہ ہُدہُد آپ کا خط لے کر ملکہ سبا کے پاس پہنچا اور خط اس کے

آگے ڈال دیا۔ ملکہ نے خط پڑھ کر درباریوں کو بلایا اور خط کا مضمون پڑھ کر سنایا۔ جس میں درج تھا۔

یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف
سے ہے اور اللہ کے نام سے شروع کیا
جاتا ہے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے
تم کو سرکشی اور سر بلندی کا اظہار نہیں
کرنا چاہیئے اور تم میرے پاس خدا کی
فرماں بردار بن کر آؤ۔

خط پڑھنے کے بعد ملکہ نے درباریوں سے پوچھا کہ بتاؤ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ درباریوں نے کہا ہم طاقتور ہیں اور جنگی قوت کے مالک، لہٰذا ڈرنے اور خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں ملکہ نے کہا یہ درست ہے کہ ہم طاقتور اور بہادر ہیں۔ لیکن اس معاملے میں ہمیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس کچھ نادر تحفے بھیجے جائیں۔ اگر وہ بادشاہ ہوئے تو تمہارے تحفے قبول کر لیں گے۔ ممکن ہے اتنی سی بات پر ہی جنگ نہ ہو۔ کیونکہ عام طور پر ایسی چیزوں سے بادشاہ خوش ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ملکہ سبا نے بہت سے تحفے تحائف حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے ان تحائف

کو دیکھ کر فرمایا کہ ملکہ نے میرے پیغام کا مقصد نہیں سمجھا۔ آپ نے ملکہ کے سفیروں کو دیکھ کر فرمایا۔ تم نہیں دیکھتے کہ میرے پاس کس چیز کی کمی ہے؟ یہ تحفے واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ سے کہو کہ اگر میرے پیغام کی تعمیل نہ کی تو میں عظیم الشان لشکر لے کر وہاں پہنچوں گا اور تم کو رُسوا اور ذلیل کر کے تمہارے شہر سے نکال دوں گا۔

جب قاصد حضرت سُلیمان علیہ السّلام کا پیغام لے کر ملکہ کے پاس گئے تو اس نے یہی مناسب سمجھا کہ خود حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ جب حضرت سلیمان کو ملکہ کی روانگی کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دربار والوں میں کوئی ایسا ہے جو ملکہ کا تخت یہاں لے آئے۔ ایک جن نے کہا کہ آپ کے دربار برخاست ہونے تک میں تخت لا سکتا ہوں اور میں امین بھی ہوں۔ آپ کے وزیر نے کہا کہ میں آنکھ جھپکنے تک اس کا تخت پیش کر سکتا ہوں۔

اور جونہی حضرت سلیمان علیہ السّلام نے مڑ کر دیکھا۔ تو ملکہ کا تخت وہاں موجود تھا۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ خدا کا یہ فضل میری آزمائش کے لئے ہے تاکہ وہ دیکھے کہ اس حالت میں بھی میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں یا نہیں۔ اب آپ نے حکم دیا کہ اس کی

شکل بدل دی جائے۔ جب ملکہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے دربار میں پہنچی تو اس سے پوچھا گیا۔ کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا یہ ہے۔ اس نے کہا یہ تو وہی ہے۔

ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغمبرانہ جاہ و جلال کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اب حضرت سلیمانؑ اُسے اپنے محل میں لے گئے۔ جو شیشے کا بنا ہوا تھا۔ اس نے سمجھا کہ آگے پانی ہے۔ اس پر اس نے پانی میں اترنے کے لئے پائنچے چڑھا لیئے۔ اس پر ایک نے کہا کہ یہ پانی نہیں۔ شیشے کا محل ہے۔ اس پر ملکہ پکار اُٹھی۔ اے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اب سلیمان علیہ السّلام کے ساتھ ایمان لائی ہوں اس اللہ پر جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد ملکہ سبا نے حضرت سلیمانؑ سے نکاح کر لیا اور اپنے ملک میں واپس آ گئی اور حضرت سلیمانؑ اسے ملنے کے لئے اکثر اس کے مُلک میں جایا کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنوں کی ایک جماعت بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں مصروف تھی کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کا وقت آن پہنچا۔ آپ ایک لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ اور انتقال فرما گئے۔ جنّوں کو آپ کی موت

کی خبر نہ ہوئی اور وہ اپنے کام میں لگے رہے۔ آخر ایک عرصہ کے بعد جب ان کی لاٹھی کو دیمک نے چاٹ لیا تو وہ بودی ہو کر گر پڑی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام جو لاٹھی کے سہارے کھڑے تھے وہ بھی گر پڑے۔ اس وقت جنوں کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو مدت سے انتقال کر چکے ہیں۔ افسوس ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ کاش ہم علم غیب سے واقف ہوتے اور عرصہ تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے اس کام میں نہ لگے رہتے۔

# حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام اٹھائیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوّت کے منصب سے سرفراز کر کے نینوا کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مقرر کیا۔ ایک مدت تک وہاں کے لوگوں کو نیکی اور پاکیزگی کی تلقین کرتے رہے۔ آپ نے ان کو بتوں کی پوجا چھوڑ ایک خدا کی پرستش کرنے کے لئے کہا۔ مگر وہ بڑے ہی نافرمان اور سرکش تھے۔ جب حضرت یونسؑ ان کے سامنے وعظ کہتے تو وہ ان کا مذاق اڑاتے اور مخالفت کرتے۔ ایک مدت تک جب آپ کی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپ بہت دل برداشتہ ہو گئے اور غصّے میں آ کر بارگاہ الٰہی میں ان کے لئے عذاب کی دعا کی اور بغیر خدا کا حکم سنے خود اس بستی سے نکل گئے۔

جب آپ نینوا سے چل کر دریائے فرات کے کنارے

پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کشتی مسافروں سے بھری ہوئی پار جانے کے لئے تیار ہے۔ آپ بھی اسی کشتی میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی منجدھار میں پہنچی تو طوفانی ہواؤں نے کشتی کو گھیر لیا۔ اور ڈگمگانے لگی۔ جب کشتی والوں کو اپنی غرقابی کا یقین ہو گیا۔ تو انہوں نے اپنی رسم اور عقیدے کے مطابق کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھاگا ہوا غلام اس کشتی میں سوار ہے۔ جب تک اس کو اس کشتی سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ نجات نہیں ملے گی۔

## مچھلی کے پیٹ میں

جب حضرت یونس ؑ نے یہ گفتگو سنی تو فوراً دل میں خیال آیا۔ کہ میں ہی اپنے آقا کا وہ غلام ہوں جو وحی کا انتظار کئے بغیر نینوا سے چلا آیا۔ خدا کو میرا اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا۔ اب میری آزمائش کا وقت آن پہنچا ہے۔ آپ نے کشتی والوں سے کہا کہ میں ہی اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہوں۔ لھذا مجھے دریا میں پھینک دو۔ مگر ملاح اور کشتی والوں پر آپ کی نیکی اور پاکبازی کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ جس کا نام نکلے اس کو دریا میں پھینکا جائے۔ چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ حضرت یونس کا نام نکلا

اب وہ مجبور ہو گئے۔ اور انھوں نے حضرت یونس علیہ السّلام کو دریا میں پھینک دیا۔ اسی وقت خدا کے حکم سے ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ خدا نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس تیرے پاس امانت ہے۔ تیری غذا نہیں ہے۔ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر جب حضرت یونس نے محسوس کیا کہ میں زندہ ہوں تو بارگاہ خداوندی میں اپنی ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں خدا کے حکم کا انتظار نہ کیا اور ناراض ہو کر نینوا سے نکل آئے اور عرض کی "خدایا! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ اور بلاشک میں نے خود ہی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس ؑ کی توبہ قبول کی اور مچھلی کو حکم دیا کہ ان کو کنارے پر اُگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے حضرت یونس ؑ کو کنارے پر اگل دیا۔ لیکن مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے آپ بہت لاغر اور کمزور ہو گئے تھے۔ خدا کے حکم سے وہاں ایک بیلدار درخت اُگ آیا اور آپ وہاں جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔ کچھ مدّت کے بعد اس درخت کی جڑ کو کیڑا لگ گیا۔ جس سے وہ بیل سوکھنے لگی۔ یہ دیکھ کر حضرت یونس ؑ کو بہت رنج ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی "یونس! تم کو اس حقیر سی بیل کے مرجھا جانے کا تو بہت رنج

پہنچا ہے۔ مگر تم نے یہ سوچا کہ نینوا کی ایک لاکھ سے زائد آبادی اور دوسرے جانداروں کو ہلاک کر دینا ہم کو ناگوار نہ ہوگا اور کیا ہم ان کے لئے اس سے زیادہ مہربان نہیں ہیں۔ جتنی یہ بیل تم کو عزیز ہے۔ تم بد دعا کرتے ہی اس بستی سے نکل آئے اور وحی کا انتظار بھی نہ کیا۔ ایک نبی کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ قوم کے حق میں بد دعا کرے اور ان سے نفرت کر کے چلے جانے میں اس طرح جلد بازی سے کام لے اور وحی کا بھی انتظار نہ کرے۔

ہوا یوں کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کے حق میں بد دعا کی اور جلدی میں بستی سے نکل گئے تو شہر والوں نے محسوس کیا کہ وہ اللہ کے سچے نبی تھے۔ ان کے چلے جانے سے ان پر ضرور عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ وہ لوگ بہت خوفزدہ ہو رہے تھے۔ اور جگہ جگہ حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش کر رہے تھے کہ وہ مل جائیں تو انہیں منا کر لے آئیں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

جب باوجود بڑی تلاش کے بھی حضرت یونسؑ ان کو نہ ملے تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں گڑگڑا کر اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگی اور سچے دل سے توبہ و استغفار کی اور بستی سے باہر نکل کر کھلے میدان میں رو رو کر خدا کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے کہ اے

اللہ! حضرت یونس تیرا جو پیغام لے کر ہمارے پاس آئے تھے
ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اُن پر ایمان لاتے ہیں۔ تو
ہی حقیقت میں عبادت اور پرستش کے لائق ہے۔ ان کی
گریہ زاری اور توبہ قبول ہوئی اور وہ عذاب الٰہی سے بچ گئے
اس طرح تمام نینوا والے مسلمان ہو گئے۔

اب حضرت یونس کو خداوند کریم نے حکم دیا کہ وہ دوبارہ
نینوا میں جائیں اور قوم کو نیکی اور ہدایت کی تبلیغ کریں۔ تاکہ خدا
کی مخلوق ان سے فیض یاب ہو۔ چنانچہ حضرت یونس ؑ خدا کے
حکم کے مطابق نینوا میں واپس تشریف لے آئے۔ جب قوم نے
آپ کو دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئی اور آپ کی رہنمائی میں
دین و دنیا کی کامرانیاں حاصل کرتی رہی۔

# حضرت عیسیٰ علیہ السلام

## حضرت مریم علیہا السلام

بنی اسرائیل میں عمران اور حنہ میاں بیوی نہایت نیک اور پارسا تھے۔ مگر ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دن حنہ نے بارگاہ خداوندی میں منت مانی کہ اگر میرے بچہ ہو تو اُسے ہیکل (مسجد اقصیٰ) کے لیئے وقف کر دوں گی۔ خدا کی قدرت سے ان کی دعا قبول ہوئی۔ اور لڑکے کی بجائے ان کے لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام مریم رکھا گیا۔

جب حضرت مریم قدرے سمجھدار ہوئیں تو آپ کی والدہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یہ درست ہے کہ لڑکا اور لڑکی ایک جیسے نہیں ہوتے مگر یہ لڑکی ہمارے لیئے لڑکوں سے کم نہیں۔ میں اپنے عہد کے مطابق اسے اللہ کی خدمت کے لیئے وقف کرتی ہوں۔ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان کے فتنے سے خدا کی پناہ میں

دیتی ہوں۔

ایک معصوم لڑکی کو کسی کی تحویل میں دے دینا ایک بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔ آخر یہ کام حضرت مریم کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کیا گیا۔ جو اللہ کے نبی بھی تھے۔ ہیکل کے مجاور بھی اور رشتہ دار بھی تھے۔ دوسرے مجاورین کی بڑی خواہش تھی کہ یہ لڑکی انھیں مل جائے۔ مگر بار بار قرعہ اندازی پر بھی حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا۔ تو سب نے اس کو خدائی فیصلہ تصور کرتے ہوئے خوشی سے قبول کر لیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے لئے ہیکل کے قریب ہی ایک حجرہ بنا دیا۔ جس پر حضرت مریم تمام دن خدا کی عبادت میں مصروف رہتیں اور رات کو اپنی خالہ الیشاع کے گھر چلی جاتیں۔ حضرت مریم نے اس قدر عبادت کی اور اتنی پاک زندگی بسر کی کہ بنی اسرائیل میں آپ کی خوبیاں ضرب المثل بن گئیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی دن کے وقت حضرت مریمؑ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے تو وہاں انہیں بے موسمی پھل دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ آخر انہوں نے ایک دن پوچھ ہی لیا کہ اے مریم یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آتا ہے۔ حضرت مریم نے فرمایا کہ یہ میرے اللہ کا مجھ پر فضل و کرم ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے۔ بے حساب رزق عنایت کرتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السّلام نے اندازہ کر لیا کہ حضرت مریمؑ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے۔ آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ جو اللہ مریم کو بے موسم کے پھل بھیجتا ہے۔ کیا وہ مجھے اس بڑھاپے میں اور میری بانجھ بیوی کے ہاں ایک لڑکا نہیں دے سکتا۔ اس پر آپ نے بارگاہ الٰہی میں بڑے ہی عجز سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ اور انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دی اور فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں گے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولادت

ایک مدّت تک حضرت مریم علیہا السّلام اس حجرے میں خدا کی عبادت کرتی رہیں۔ عبادت سے جو وقت بچتا اس میں ہیکل کی خدمت بھی کرتیں۔ آپ اپنے حجرے سے بہت کم باہر نکلا کرتی تھیں۔ ایک دن ضروری کام کے لئے مشرق کی جانب باہر نکلیں اور ایک گوشہ تنہائی میں جا کر بیٹھ گئیں۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السّلام انسانی شکل میں آپ کے پاس آئے۔ آپ ایک اجنبی آدمی کو اپنے قریب دیکھ کر گھبرا گئیں اور فرمانے لگیں کہ اگر تجھ کو کچھ بھی خدا کا خوف ہے تو یہاں سے چلا جا۔ میں خدا کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے کہا مریم گھبراؤ

نہیں۔ میں انسان نہیں ہوں ۔ خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں ۔ اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔

حضرت مریم نے یہ سنا تو بہت حیران ہوئیں اور فرمایا کہ میرے کیسے بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جب کہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ فرشتے نے جواب دیا کہ میرے پروردگار کا حکم اسی طرح ہے اور یہ خدا کی قدرت کاملہ کا نشان اور حکم ہوگا۔ اس کا لقب مسیح اور نام عیسیٰ ہوگا۔ خداوند کریم اس کو حکمت اور کتاب یعنی توریت وانجیل کا علم عطا کرے گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کی جانب سے اللہ کا رسول ہوگا۔

کچھ مدت کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اللہ کے حکم سے حاملہ ہوگئیں اور جب ولادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے سوچا کہ اگر میرے ہاں یہیں بچہ ہوا تو بنی اسرائیل کے لوگ باتیں بنائیں گے اور بہتان باندھیں گے۔ اس لیے آپ بیت المقدس سے نو میل کے فاصلے پر ایک ٹیلے پر چلی گئیں۔ جو آجکل بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔

آپ ایک کھجور کے تنے کے سہارے سے بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں "کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور لوگ مجھ کو بھول گئے ہوتے اس وقت نیچے سے فرشتے نے پکارا کہ مریم غم نہ کر اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے یہاں نہر جاری کر دی ہے۔ اور کھجور کو ہلا۔ تجھ پر پکے ہوئے پھل

گرنے لگیں گے۔ ان کو کھا پی اور اپنے فرزند سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر اور اگر کوئی تجھ سے کچھ پوچھے تو اشارے سے ان کو کہہ دے کہ میں خاموش ہوں۔ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ میں کسی سے بات چیت نہیں کر سکتی۔

پھر حضرت مریم علیہا السّلام بچّے کو لے کر قوم میں آئیں جب لوگوں نے ایک بچے کو حضرت مریم کی گود میں دیکھا تو لگے باتیں بنانے کہ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ بُرا تھا اور نہ تیری ماں بدچلن تھی۔ تو نے یہ کیا کام کر دیا۔ تو نے یہ عجیب ہی بات کر دکھائی ہے۔

حضرت مریمؑ نے خاموشی سے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہی تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کرے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس شیر خوار بچے سے کیا بات کریں۔ مگر وہ بچہ بول اٹھا۔ کہ "میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے نبی بنایا اور کتاب دی ہے۔ اس نے مجھے برکت دی ہے اور نماز اور زکواۃ کا حکم دیا ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا ہے۔ میں خود سر اور نافرمان نہیں ہوں۔ مجھ پر خدا کی سلامتی کا پیغام ہے۔ جس دن پیدا ہوا۔ جس دن مروں گا۔ اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔"

ایک شیر خوار بچے کے منہ سے یہ باتیں سن کر وہ لوگ حیران

رہ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت مریم معصوم ہیں اور اس بچے کی پیدائش اللہ کا ایک نشان ہے۔ لیکن اس کے باوجود اب بھی بعض ایسے شریر موجود تھے۔ جنہوں نے اس پیدائش کو اپنے لئے بری فال تصور کیا۔ مگر آپ خداوند کریم کے فضل و کرم سے پرورش پاتے رہے۔

## رسالت

جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسالت ملی۔ اس وقت ان کی قوم میں دنیا جہان کی تمام خرابیاں موجود تھیں اور وہ لوگ اس قدر سرکش ہو گئے تھے۔ کہ ان کے ایک بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا۔ اب آپ نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ میں خدا کی جانب سے تمہارے لئے ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور تمہاری اصلاح میرے سپرد ہوئی ہے اور خدا کے قانون تورات کو جسے تم نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی تکمیل کے لئے خدا کی کتاب انجیل لے کر آیا ہوں۔ یہ کتاب حق و باطل کا فیصلہ کر دے گی۔ تمہارے لئے یہی بہتر اور مناسب ہے کہ خدا کے حضور میں جھک جاؤ۔ کہ یہی بہتری اور بھلائی کا راستہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا معجزہ تھا۔ مگر اس کے علاوہ بھی اللہ تعالےٰ نے آپ کو چار معجزے

عطا کیے۔ جن کا قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ دوسرے کسی اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے تو ان کی آنکھیں درست ہو جاتیں اور وہ دیکھنے لگ جاتا۔ تیسرے کسی کوڑھی کو پھونک مار دیتے تو وہ بھلا چنگا ہو جاتا۔ چوتھے آپ مٹی کے پرندے بنا کر ان پر پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو جاتے اور اُڑنے لگتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ خدا ایک ہے اس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ اچھے اعمال کرو جو انبیائے کرام آچکے ہیں۔ یا نبی آخر الزمان جو تشریف لانے والے ہیں۔ جن کا اسم گرامی احمدؐ ہوگا میں ان کی رسالت کی تصدیق کرتا ہوں۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ محبت کرو۔ بُرے کاموں سے پرہیز کرو۔ اور میں تمہاری طرف خدا کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تاکہ ان باتوں کو واضح کر دوں۔ جن کے متعلق تم آپس میں جھگڑ رہے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ کیونکہ یہی سیدھی راہ ہے۔ لیکن بنی اسرائیل تو بہت ہی سرکش اور نافرمان ہو چکے تھے اور حضرت یحییٰ کی شہادت نے تو انھیں اور بھی بیباک بنا دیا تھا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔ بلکہ وہ اُلٹے ان کے دشمن ہو گئے۔

اور جب وہ ان معجزات کو دیکھتے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو دکھاتے تو وہ بدنیت پکار اُٹھتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور یہ لوگ حضرت پر بہتان کہتے۔ اور ان کی توہین کرتے۔ لیکن اس کے باوجود بعض اللہ کے نیک بندے ایسے بھی تھے جو آپ پر ایمان لے آئے۔ لیکن ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی۔ اور یہ تھے بھی غریب اور مزدور لوگ۔ مگر قرآن مجید نے ان کو حواریوں اور انصار اللہ کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقین دلایا کہ وہ ہر حال میں ان کے مددگار رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنانِ حق کے مقابلے میں کامیاب کیا۔

## خوانِ نعمت کا مطالبہ

چونکہ یہ لوگ غریب اور سادہ مزاج تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اے عیسیٰ! کیا تیرا خدا ایسا کر سکتا ہے۔ کہ وہ ہمارے لئے آسمان سے کھانے نازل کرے تاکہ ہم کھانے کمانے سے آزاد ہو جائیں۔ اور اطمینان قلب سے دین حق کی تبلیغ میں مصروف رہیں۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگرچہ خدا کو ہر قسم کی طاقت اور قوت حاصل ہے۔ پھر بھی نیک بندوں کا یہ خاصا نہیں کہ وہ خدا کا امتحان لیں۔ خدا سے ڈرو اور ایسی

باتیں نہ کہو۔ حواریوں نے کہا کہ ہمارا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ ہم خدا کی آزمائش کریں۔ ہمارا مطلب تو یہ ہے کہ ہم حصول رزق سے بے نیاز ہو جائیں۔ آپ پر اور پختہ یقین ہو جائے۔ اور ہم دلجمعی سے حق کی تبلیغ کر سکیں۔

جب ان کا اصرار بڑھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے اللہ تو ان کا سوال پورا کر اور آسمان سے ایسے خوان نعمت اتار۔ جو ہمارے لئے تیرے غضب کا باعث نہ بن جائیں۔ بلکہ ہمارے لئے خوشی کی یادگار بن جائے اور "تیرا نشان کہلائے" اور ہم کو غیبی رزق سے شاد کام کر۔ کیونکہ تو ہی بہتر رزق دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی لیکن ساتھ ہی وحی کے ذریعے واضح کر دیا کہ اگر اس کے بعد بھی کسی نے حکم خدا کی نافرمانی کی تو پھر ان کو ایسا ہولناک عذاب دوں گا۔ جو کائنات میں کسی کو نہیں دیا گیا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو تمام عمر شادی کی اور نہ ہی اپنے لئے مکان بنایا۔ صرف خدا کا پیغام ہر جگہ پہنچاتے رہے۔ دن کو خلق خدا کو وعظ و نصیحت فرماتے اور بیماروں کو شفا بخشتے۔ اور جہاں رات ہو جاتی وہیں بسر لیتے۔

یہودی حضرت کے اس طریق کار کو برداشت نہ کر سکے

اور جب ان کی کوئی پیش نہ گئی تو انہوں نے یہ طے کیا کہ بادشاہ وقت کو آپ کے خلاف کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔

چنانچہ یہ لوگ بادشاہ وقت کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور کہا یہ شخص ہمارے لئے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کی حکومت کے لئے بھی سخت خطرناک ہے۔ اس لئے اس کا قلع قمع کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ کوئی جادوگر ہے۔ لوگ اس کے شعبدوں کو دیکھ دیکھ کر اس کے ساتھ مل رہے ہیں۔ اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو ایک دن عیسیٰ علیہ السلام آپ کے تخت پر قبضہ کر کے بنی اسرائیل کا بادشاہ بن جائے گا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا فیصلہ

یہودیوں کی یہ گفتگو سن کر بادشاہ نے ان کو اجازت دے دی کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کریں۔ اس پر وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔ اب وہ اس کوشش میں رہنے لگے کہ کوئی ایسا وقت آجائے کہ آپ کو آسانی سے گرفتار کیا جا سکے۔ تاکہ عوام میں ہیجان و اضطراب نہ پھیلنے پائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہود کی کارستانیوں سے ناواقف نہیں تھے۔ آپ اپنے حواریوں کے ساتھ ایک بند مکان میں تھے یہاں آپ نے اُن سے وعدہ لیا کہ وہ حق پر قائم رہیں گے اور

حق کی تبلیغ کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا کہ دشمن جو تیرے خلاف تدبیریں کر رہے ہیں۔ یاد رکھو ہم اس سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والے ہیں ۔

اور فرمایا کہ نہ تجھ کو دشمن قتل کر سکیں گے اور نہ سولی دے سکیں گے۔ میں تجھ کو اپنی جانب اٹھا لوں گا ۔ اور تجھ کو کافروں سے پاک رکھنے والا ہوں اور جو لوگ تیری پیروی کریں گے انہیں قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رکھنے والا ہوں ۔ چنانچہ جب یہ لوگ مکان کے اندر داخل ہوئے تو حضرت عیسیٰ کو نہ پا سکے اور شبہ میں پڑ گئے ۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ نہ تو عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا گیا اور نہ سولی پر چڑھایا گیا ۔ بلکہ خدا کی اپنی خفیہ تدبیروں کے باعث اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا اور جو لوگ یہ کہتے ہیں ۔ کہ انہیں قتل کر دیا گیا ۔ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ۔ وہ اٹکل پچو باتیں ہی کہہ رہے ہیں ۔ انہوں نے یقیناً حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا ۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی جانب اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۔ پھر فرمایا کہ کوئی اہل کتاب ایسا باقی نہیں رہے گا جو حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان نہ لائے گا ۔ اور حضرت عیسیٰ قیامت کے دن ان اہل کتاب پر گواہ بنیں گے۔

# نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبری تمام انبیاء کرام دیتے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار! اہلِ عرب میں سے ایک رسول بھیج۔ جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت سکھائے۔ ان کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک کرے بے شبہ تو غالب حکمت والا ہے۔ تورات میں لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر (بیت اللحم) سے ان پہ طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ پر وہ جلوہ گر ہوا۔

دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے
ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔"
یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا۔

قرآن کے الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت اس طرح دی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: "اور وہ وقت قابل ذکر ہے۔ جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا" اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ تورات کی تصدیق کرتا ہوں جو میرے سامنے موجود ہے اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا۔ لیکن جب ان کے پاس خدا کا وہ پیغمبر دلائل لے کر آگیا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ چنانچہ یہ ع

دعائے خلیل اور نوید مسیحا

## ولادت باسعادت

۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروز سوموار صبح صادق کے وقت مکہ میں حضرت آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کعبہ کے متولی حضرت عبدالمطلب کے پوتے تھے۔ جن کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیلؑ کے توسط سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ حضورؐ کے والد حضرت عبداللہ آپ کی پیدائش سے کچھ مدت پہلے شام سے واپس آتے ہوئے یثرب کے قریب انتقال فرما گئے تھے۔ دادا نے پوتے

کی ولادت باسعادت کی خبر سنی تو فوراً اس یتیم پوتے کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ میں لے جا کر آپ کا محمدؐ نام رکھا۔ والدہ محترمہ نے آپ کا نام احمد تجویز کیا۔

عرب کے دستور کے مطابق آنحضرت کا بچپن قبیلہ سعدیہ کی ایک نیک بخت عورت حلیمہ کے گھر میں گزرا۔ جب آپ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ اپنی والدہ محترمہ کے پاس مکہ میں آ گئے۔ لیکن بچپن میں ہی آپ کو ایک اور بڑا صدمہ دیکھنا پڑا۔ آپ کی والدہ اپنے شوہر کی قبر دیکھنے کے لئے یثرب میں تشریف لے گئیں۔ وہاں سے واپسی پر مقام ابوا کے قریب ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس طرح آپ جلد ہی شفقت مادری سے بھی محروم ہو گئے اب حضور کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کی پرورش کرنے لگے۔ لیکن آپ کی عمر ابھی آٹھ سال کی ہوئی تھی۔ کہ شفیق دادا بھی انتقال کر گئے۔ دادا کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے حضور کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ اور جب تک زندہ رہے اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھا۔

اس یتیمی کے باوجود آپ نے دوسرے انبیائے کرام کی سنت کے مطابق اپنا بوجھ کسی پر نہیں ڈالا۔ بلکہ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی بکریاں چرائیں اور تجارت کی۔ تجارت میں دیانت داری اور حق گوئی وہ اسباب تھے۔ جس سے مکہ کی مشہور دولتمند خاتون حضرت

خدیجۃ الکبریٰؓ کو جو اپنی نیکیوں کی وجہ سے مکہ میں طاہرہ یعنی پاک کے نام سے مشہور تھیں۔ حضورؐ کو نکاح کا پیغام دینے پر مجبور کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال کی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔

## حضرت خدیجہؓ سے شادی

حضرت خدیجہ رضؓ سے شادی کے بعد آپ فکرِ روزگار سے قدرے بے نیاز ہوئے تو گوشہ نشینی اور خدا کی عبادت کی طرف متوجہ ہوئے۔ شرک اور بت پرستی سے آپ کو شروع ہی سے سخت نفرت تھی۔ آپ نے مکہ کے نوجوانوں میں کبھی شرکت نہ کی تھی کیونکہ ان کے مشاغل انتہائی شرمناک اور انسانیت سے دور ہوا کرتے تھے اور آپ کے دل پر یہ بہت بڑا صدمہ تھا کہ آپ کی قوم دنیا جہان کی برائیوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ شراب خوری اور قمار بازی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ قتل و غارت گری اور لوٹ مار ان کے لیے فخریہ کام تھے۔ معمولی معمولی واقعات پر تلواریں میانوں سے تڑپ کر نکل آتیں اور خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور بعض جنگیں تو پشتوں تک جاری رہتیں۔ آپ ہر وقت اسی فکر میں کھوئے رہتے۔ کہ وہ کون سی صورت ہو۔ جس سے یہ قوم اپنی بداعمالیوں کو چھوڑ کر انسانیت کے دامن میں پناہ لے۔

**نزولِ وحی** :- آپ اس سوچ میں مکہ کے قریب غارِ حرا

میں چلے جاتے ۔ اس میں بیٹھ کر خدائے واحد کی عبادت کرتے
اور قوم کی بھلائی اور بہتری کی دعائیں مانگا کرتے ۔ جوں جوں وحی
کا وقت قریب آتا جاتا تھا۔ آپ کو گوشہ نشینی میں زیادہ انہماک ہوتا
جاتا تھا۔ آپ کئی کئی دن تک غار حرا میں بیٹھے رہتے۔ کبھی تو خود ہی
دو تین روز کی خوراک ساتھ لے جاتے اور کبھی جب حضرت خدیجہؓ
دیکھتیں کہ حضور تشریف نہیں لائے اور کھانا ختم ہو گیا ہو گا۔ تو خود پہنچا
دیتیں ۔ یہی وہ مقام ہے ۔ جہاں سب سے پہلے خدا کی طرف سے آپ
پر وحی نازل ہوئی ۔

حضورؐ کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی۔ جب آپ پر خدا
کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ آپ کی چالیس سال کی یہ زندگی مکہ میں
بسر ہوئی ۔ ان لوگوں کے ساتھ جو انسانیت سے قطعی ناواقف تھے۔
لیکن ان میں رہتے ہوئے آپ کی ذات گرامی ان سے بالکل الگ
تھی ۔ آپ کی شرافت ، نجابت ، راست گفتاری ۔ غریبوں سے محبت
یتیموں سے شفقت ، معاملہ کی صفائی اور معقول رائے ایسی خوبیاں
تھیں کہ مکہ کے تمام لوگ آپ کو بڑی عزت و وقعت سے دیکھتے تھے
اور آپ کی سچائی اور دیانت و امانت کو دیکھتے ہوئے آپ کو صادق اور
امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے ۔

حضورؐ کی اصابت رائے کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے ۔
کہ نبوت سے قبل خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا کہ حجر اسود کے نصب

کرنے پر قبائل میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گیا۔ قریب تھا کہ خانہ کعبہ کے اندر ہی تلوار چل جائے اور خون کی ندیاں بہ نکلیں۔ اس موقعہ پر ایک بزرگ آدمی نے مشورہ دیا کہ لڑو نہیں۔ اس معاملے کو کل پر رہنے دو۔ کل صبح جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو۔ اس کے فیصلے کو منظور کر لیا جائے۔ سب نے اس تجویز کو پسند کیا۔

اگلے دن حضور ہی سب سے پہلے خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کو دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوئے اور پکار اُٹھے۔ کہ صادق اور امین آ گیا ہے۔ اس کا فیصلہ یقیناً ایسا ہو گا کہ جس پر سب راضی ہو جائیں گے۔ آپ نے سارے قضیئے کو سننے کے بعد ایک چادر بچھانے کا حکم دیا۔ جب چادر بچھ گئی تو آپ نے اس میں حجر اسود کو رکھ دیا اور تمام قبائل سے کہا کہ سب مل کر چادر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب نے چادر کو اٹھایا۔ جب چادر اس مقام کے قریب آئی۔ جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا تو حضور نے خود اس پتھر کو اُٹھا کر اس مقام پر نصب کر دیا۔ آپ کے اس فیصلے سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔

## تبلیغ اسلام

اب آپ کو خدا کی طرف سے تبلیغ کا حکم آ چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ملنے جلنے والوں کو راہ حق کی طرف بلایا۔ عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے۔ مردوں میں سے حضرت صدیق اکبر رضؓ

نے بچوں میں حضرت علیؓ نے اور غلاموں میں حضرت زیدؓ نے اس دعوت کو قبول کیا۔

ایک دن آپ نے کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر تمام قریش کو بلایا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا۔ "اے قوم قریش! اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک لشکرِ جرار جمع ہے۔ جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو تم میرے اس بیان کے متعلق کیا خیال کرو گے۔ سب ایک زبان ہو کر پکار اُٹھے۔ "ہم نے تم کو ہمیشہ صادق اور امین پایا ہے اور تو جو کچھ کہے گا۔ وہ درست اور صحیح ہی ہوگا" اس پر آپ نے فرمایا۔ "تو میں تم کو ایک خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اور بت پرستی سے بچانا چاہتا ہوں۔ اس دن سے ڈرو۔ جب تم کو خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔"

اگرچہ یہ لوگ آپ کو صادق اور امین خیال کرتے تھے لیکن اپنے باپ دادا کے طریق کار کے خلاف یہ باتیں سُن کر سخت غصّے میں آ گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے حقیقی چچا ابو لہب نے غضبناک ہو کر کہا "نعوذ باللہ تو ہمیشہ ہلاکت اور رسوائی کا منہ دیکھے۔ تو نے کیا اسی لئے ہمیں یہاں بلایا تھا۔" اور سب غصّے میں بھرے ہوئے واپس آ گئے اور سب آپ کے دشمن ہو گئے۔

**ہجرت حبشہ**:۔ آہستہ آہستہ نیک لوگ حلقہ بگوش اسلام

ہونے لگے۔ جوں جوں اسلام پھیلتا گیا۔ توں توں قریش کی دشمنی
بڑھتی گئی۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے۔ کفار مکہ انہیں سخت تکلیفیں
دیتے۔ گرم ریت پر لٹا کر مارتے۔ ٹانگوں میں رسہ ڈال کر بازاروں
اور گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ جب ان کے ظلم کی حد ہو گئی تو آپ
نے کچھ لوگوں کو حبشہ میں ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی
جہاں کا بادشاہ عیسائی تھا۔ جب کفار مکہ کو مسلمانوں کے
حبشہ پہنچنے کا علم ہوا تو انہوں نے بھی ایک وفد بادشاہ حبشہ کے
پاس بھیجا۔ جنہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ لوگ بھاگ کر یہاں آ گئے ہیں
لہذا انہیں ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں حضرت
جعفر طیار رضؓ نے بادشاہ کو بتایا کہ "اے بادشاہ! ہم جہالت کی
تاریکیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ ہم کو
حق و باطل کی کوئی تمیز نہ تھی۔ دنیا جہان کی تمام برائیاں ہم میں تھیں۔
خدا نے ہماری اس بڑی حالت پر رحم فرمایا اور ہم میں اپنا رسول
بھیجا۔ اس نے ہمیں بت پرستی سے منع کر کے ایک خدا کی عبادت
کا سبق دیا۔ یہ وہ بزرگ ہستی ہے جس کی امانت و دیانت اور
صداقت کو دشمن بھی مانتے ہیں۔ اس نے ہمیں بُرے کاموں سے
روکا اور نیک کام کرنے کی تلقین کی۔ اور ہماری قوم کو جو حیوانوں
سے بھی بدتر تھی۔ انسانیت کے بلند مقام پر پہنچایا۔"

حضرت جعفر طیار رضؓ نے بادشاہ کے سامنے سورۃ مریم

کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ جنہیں سُن کر بادشاہ پکار اُٹھا۔ کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے۔ خدا کی قسم اس سے ایک تنکے کے برابر بھی اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کفار مکّہ کے وفد کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

اب آپ نے کھُلم کھُلا پیغام حق سنانا شروع کر دیا۔ اگرچہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ بُت تھے۔ مگر پھر بھی اہلِ عرب میں اس کی بہت عظمت اور وقعت تھی۔ یہاں ہر سال لوگ دور دراز سے حج کے لئے آیا کرتے تھے۔ حضور ان کے خیموں میں تشریف لے جا کر ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ میلوں میں جاتے اور لوگوں کو بُری باتوں سے روکنے کی کوشش کرتے۔ قرب و جوار کے دیہات میں تشریف لے جا کر بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے۔ اسی دوران میں مدینہ کے جو اس وقت یثرب کے نام سے مشہور تھا! بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور آپ سے درخواست کی۔ کہ حضور ہمارے ساتھ مدینہ چلے چلیں۔ ہم آپ کی ہر طرح مدد کریں گے۔ چونکہ اس دوران میں حضرت خدیجہؓ اور آپ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا تھا۔ جو ان کی ہر طرح پشت پناہی کرتے تھے اور کفار مکّہ بھی ان کے دبدبے کی وجہ سے آپ کو زیادہ تنگ نہ کرتے تھے۔ مگر ان کی وفات کے بعد تو کفار مکہ کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔

اور ہر ممکن طریق سے رسول خدا کو تکلیفیں پہنچانے اور مسلمانوں پر مظالم کرنے لگے۔

## ہجرت مدینہ

تیرہ سال تک آپ نے مکہ میں لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ مگر بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہی کفار کی سختیاں بھی بڑھتی گئیں یہاں تک کہ اب انہوں نے مل کر حضورؐ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا۔ اور اس خیال سے کہ قریش اس کا بدلہ نہ لے سکیں۔ ابو جہل کی تجویز پر اس کام کے لئے ہر قبیلے کے چیدہ چیدہ نوجوان چنے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے بد ارادے کی اطلاع دے دی تھی اور آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ باقی مسلمان تو پہلے ہی چلے گئے تھے۔ اب صرف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ ہی مکہ میں رہ گئے تھے۔ جس رات کفار نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اسی رات آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر سلا کر کفار کی امانتیں ان کے سپرد کیں اور فرمایا کہ یہ امانتیں ان کے وارثوں کو دے کر چلے آئیں اور آپ حضرت ابو بکر کے ساتھ بخیر و عافیت مکہ سے نکل کر غار ثور میں چلے گئے۔

دن چڑھا تو کافر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے کڑے پہرے کے باوجود حضور تشریف لے گئے ہیں۔ اب انہوں نے ادھر ادھر

آپ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ مگر انہیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔
آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تین دن تک غارِ ثور میں ٹھہرے رہے اور اس کے بعد مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ مدینہ پہنچے تو اہلِ مدینہ نے آپ کا پُرجوش استقبال کیا۔ مدینہ میں پہنچ کر آپ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی اور جب تک مسجد تیار نہ ہوئی۔ آپ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرما رہے۔

## اخوتِ اسلامی

مدینہ میں پہنچ کر آپؐ کا سب سے بڑا کارنامہ جو تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اسلامی بھائی چارہ قائم کرنا ہے۔ آپ نے ہر مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ ہر انصاری نے اس قدر وسیع القلبی کا ثبوت دیا کہ اپنی جائداد کا آدھا حصہ اپنے مہاجر بھائی کے سپرد کر دیا۔ مگر مہاجرین کی غیرت نے بھی یہ گوارا نہ کیا کہ وہ ان کے لئے بوجھ بنیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ یہ اسلامی بھائی چارہ ایسا تھا کہ اس نے انصار و مہاجرین کو یک جان و دو قالب بنا دیا۔

## غزوات

کفارِ مکہ کو بہت دُکھ تھا کہ رسولِ خدا ان کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے ہیں اور اب ان کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ آپؐ مدینہ میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر سکیں۔ خود رسولِ خداؐ بھی ان کے ارادوں سے ناواقف نہ تھے۔ لہٰذا مدینہ منورہ میں پہنچ کر آپ نے مدینہ کے یہودیوں سے معاہدے کیے۔ اور گرد کے علاقوں

کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اور ان مقامات کو خاص طور پر دیکھا۔ جدھر سے کبھی حملے کا اندیشہ ہو سکتا تھا

انہی ایام میں ابوسفیان بہت سا مال تجارت لے کر شام سے واپس آ رہا تھا کہ ابوجہل نے مشہور کر دیا کہ ابوسفیان کے قافلے کو مسلمان لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر مکہ کے بڑے بڑے بہادر جمع ہو گئے اور ایک عظیم لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے مکہ سے کوچ کیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش مکہ کے لشکر کی آمد کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی تین سو تیرہ مجاہدین انصار و مہاجر کو لے کر میدان بدر میں خیمہ زن ہو گئے۔ لیکن جہاں کفار کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ وہاں ان کے پاس ضرورت کے مطابق سامان جنگ بھی نہ تھا۔ مگر وہ خدا کی نصرت ساتھ لے کر آئے تھے۔ چنانچہ میدان جنگ گرم ہوا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

بدر کی شکست ایسی نہ تھی کہ قریش مکہ اُسے بھلا سکتے۔ چنانچہ ابوسفیان نے عہد کیا کہ جب تک وہ مسلمانوں سے مقتولین بدر کا انتقام نہیں لے گا۔ آرام و آسائش کی زندگی بسر نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس مال تجارت سے جو منافع ہوا۔ اس سے اسلحہ جنگ خریدا گیا۔ اور اگلے سال ابوسفیان ایک زبردست لشکر کے ساتھ میدان اُحد میں مسلمانوں کے مقابلے پر آیا۔ مقابلہ بہت سخت تھا۔ لیکن مسلمان مجاہد

بڑی بے جگری سے کافروں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ رسول اکرم صلعم نے بچاس تیر انداز پہاڑ کی پچھلی گھاٹی پر متعین کر دیئے تھے اور انہیں تاکیداً حکم دے رکھا تھا کہ لڑائی خواہ کوئی رنگ اختیار کرے وہ اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ کفار بھاگ رہے ہیں اور مسلمان ان کا تعاقب کر رہے ہیں تو وہ رسول اللہ کے حکم کو نظرانداز کرتے ہوئے مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ خالد بن ولید جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ سوار دستوں کی کمان کر رہے تھے۔ انہوں نے گھاٹی کو خالی دیکھا تو مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بھاگتے ہوئے کفار بھی لوٹ پڑے اور مسلمان دو طرف سے کافروں میں پھنس گئے۔ اس وقت افراتفری کا یہ عالم تھا۔ کہ اپنے بیگانے کی تمیز نہ رہی تھی۔ اس موقعہ پر حضور کے دندان مبارک بھی شہید ہو گئے اور پیشانی پر چوٹ بھی آئی۔ مگر آپ انتہائی جرأت و بہادری سے کام لے کر کچھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اور مسلمانوں نے پھر جمع ہو کر حملہ کیا اور کفار کو بھگا دیا۔ لیکن مسلمانوں کو اس جنگ میں سب سے زیادہ جو نقصان پہنچا۔ وہ آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت تھی۔ جنہیں ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے غلام وحشی نے مکاری سے شہید کر دیا تھا۔

تیسرا اہم غزوہ خندق ہے۔ اس میں کفار کے چونکہ بہت سے گروہ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اس لئے اسے "غزوہ احزاب"

بھی کہتے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت سلمان فارسی نے مشورہ دیا۔ کہ خندق کھود کر دشمن کے حملے کو روکا جائے۔ اس تجویز کو آپ نے پسند فرمایا۔ اور جس طرف سے حملے کا اندیشہ تھا۔ اس طرف خندق کھودی گئی۔ دوسرے صحابہؓ کی طرح خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خندق کی کھدائی میں سرگرم حصّہ لیا۔ بیس روز تک کفار خندق کی دوسری طرف محاصرہ کئے بیٹھے رہے۔ لیکن کوئی پیش نہ گئی۔ مدینہ کے یہودیوں اور کفار مکّہ میں جو عہد و پیمان ہوئے۔ اس طویل محاصرہ نے ان میں بھی کشیدگی پیدا کر دی۔ دوسری مصیبت خدا کی طرف سے یہ نازل ہوئی کہ ایک خوفناک آندھی نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیئے۔ ان کے گھوڑے بھڑک اٹھے اور سارے لشکر میں ابتری پھیل گئی۔ اور کفار مجبوراً محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مسلمانوں کو اس فتنہ سے نجات دی۔

**صلح حدیبیہ** سنہ ۶ھ میں آپ چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مکّہ کو روانہ ہوئے۔ جب قریش مکّہ کو مسلمانوں کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے چنانچہ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو کفار مکّہ کے پاس بطور سفیر بھیجا کہ ہم صرف زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں۔ لڑنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ مگر کفار قریش نے کوئی بات نہ مانی اور حضرت عثمانؓ کو وہیں روک لیا۔ مسلمانوں کو خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ

شہید کر دیئے گئے ہیں۔ یہ سن کر مسلمانوں کو بڑا غصہ آیا ____ آپ نے تمام مسلمانوں سے ایک درخت کے نیچے بیعت لی کہ ہم مر جائیں گے۔ مگر بھاگیں گے نہیں۔ اس واقعہ کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ جب اہلِ مکہ کو اس بیعت کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے اور حضرت عثمانؓ کو حدیبیہ جانے کی اجازت دے دی۔ اس بیعت کا مشرکین مکہ پر یہ اثر ہوا کہ وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ

۱۔ اس سال مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں۔

۲۔ آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں۔ مگر معمولی حفاظتی ہتھیاروں کے علاوہ ان کے پاس کوئی جنگی ہتھیار نہیں ہونا چاہیئے تلواریں نیاموں میں رہیں۔ اور تین دن بعد واپس چلے جائیں۔ جب مسلمان مکہ آئیں گے۔ ہم شہر چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔

۳۔ آزاد قبائل جس سے چاہیں اپنے تعلقات استوار کریں۔

۴۔ آمد و رفت کی آسانیاں دونوں جانب سے ہوں گی۔

۵۔ اگر کوئی شخص مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے گا تو اسے واپس کرنا ہو گا۔ لیکن کوئی شخص مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ یہ معاہدہ دس سال تک رہے گا۔

آپ نے ان تجویز کو منظور فرمایا۔ لیکن مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اس معاہدہ کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے دب کر صلح کر لی ہے۔ لہٰذا کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟" آپ نے فرمایا "خدا کی قسم یہ فتح ہے" اور اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس صلح کو "فتح مبین" یعنی کھلی ہوئی فتح قرار دیا۔

## فتح مکہ

پورے دو سال تک تو اہل مکہ اس معاہدے پر کاربند رہے۔ مگر بنی خزاعہ جو مسلمانوں کے ساتھی تھے۔ ان کی بنی بکر کے ساتھ پرانی عداوت چلی آتی تھی۔ اب کے جو ان میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تو قریش نے محض اسلام دشمنی کی وجہ سے بنی بکر کی حمایت میں بنی خزاعہ کے آدمیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس پر بنی خزاعہ کا ایک وفد آپ کی خدمت میں پہنچا اور تمام واقعہ عرض خدمت کیا۔

بنی خزاعہ کو قتل کرنے کے بعد قریش مکہ نے محسوس کیا کہ انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ منورہ بھیجا کہ معاہدے کی تجدید کر آئے۔ جب وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مدعا عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے جو معاہدے کی تجدید چاہتے ہو۔ ہم تو اپنے عہد پر قائم ہیں چنانچہ ابوسفیان مدینے سے ناکام لوٹا۔

اب آپ نے جہاد کا حکم دے دیا اور یہ کوشش کی کہ کفار مکہ کو ان کی تیاری کا علم نہ ہو۔ چنانچہ شروع رمضان میں آپ دس ہزار جان نثاروں کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں ہی آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

جب مسلمانوں کا یہ لشکر بڑی رازداری کے ساتھ مکّہ کے قریب پہنچا تو اہل مکہ سنّاٹے میں آ گئے۔ ابوسفیان تحقیق حال کے لئے لشکر کے قریب آیا۔ مگر گرفتار کر لیا گیا۔ جب اُسے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ یہ رحمت اور شفقت دیکھ کر ابوسفیان نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

اب مسلمان مجاہدوں کا لشکر مختلف راستوں سے مکّہ میں داخل ہوا۔ آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ کسی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ اپنے مکانوں میں بند رہیں گے یا حرم کعبہ اور ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیں گے۔ ان کو پناہ دی جائے گی۔ چنانچہ لشکر اسلام بڑے ہی پُر امن طریق پر مکّہ میں داخل ہوا۔ لیکن جس طرف سے حضرت خالدؓ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس طرف بعض نوجوانوں نے مزاحمت کی۔ جس کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو بھی مجبوراً تلوار اٹھانی پڑی اور چند ایک آدمی قتل ہوئے۔

آپ نے مکّہ میں داخل ہو کر خانہ خدا کو بتوں سے پاک کیا۔ اس شاندار فتح کو دیکھ کر مکّہ کے لوگ بڑے خوف زدہ ہو رہے تھے۔ کہ

خدا جانے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ انہیں اپنے سابقہ کارنامے یاد آ آ کر شرمسار کر رہے تھے اور وہ محسوس کر رہے تھے۔ کہ ان کے ساتھ جو بھی سلوک کیا جائے تو وہ درست اور صحیح ہوگا۔ مگر رحمۃ اللعالمین نے انہیں اس طرح خوف زدہ دیکھ کر فرمایا کہ "جاؤ تم آزاد ہو۔ آج یہ بدلے کا دن نہیں۔ میں نے تم سب کو معاف کیا"۔ آپ کا یہ خلق اور کرم دیکھ کر اہل مکہ جوق در جوق مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو مسلمان یہ محسوس کر رہے تھے کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کر لی ہے۔ آج خدا کی اس فتح مبین کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین۔ غزوہ تبوک اور غزوۂ خیبر پیش آئے جن میں اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت مسلمانوں کے ساتھ رہی

## حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ھ میں آپ نے حج بیت اللہ کا اعلان فرمایا۔ اس وقت تمام عرب آپ کے زیر نگین تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور سے لوگ مدینہ پہنچ گئے اور ان کے آنے سے مدینہ کے قریب خیموں کا ایک اور شہر آباد ہو گیا۔ پھر آپؐ ان سب کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے بچوں کو آپؐ کے آمد کی خبر ملی تو وہ بھاگ کر آئے۔ حضورؐ نے بڑی شفقت اور محبت سے ان میں سے کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے اپنی اونٹنی پر بٹھا لیا اور جب کعبہ کی عمارت نظر پڑی تو عرض کی۔ اے خدا

اس کو اور بھی عزت و وسعت دے۔

ارکانِ حج سے فارغ ہو کر آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر مسلمانوں کو فرمایا۔ جن کی تعداد اس وقت ایک لاکھ چالیس ہزار کے قریب تھی۔

۱۔ لوگو! سنو شاید ہم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہ ہو سکیں۔ تمہاری جانیں، عزتیں اور تمہارے مال ایسے ہی حرمت رکھتے ہیں۔ جیسے یہ مہینہ یہ دن اور یہ مقام حرمت والے ہیں۔

۲۔ تمہیں ایک دن خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ جہاں پر اچھے برے اور چھوٹے بڑے عمل کا حساب ہو گا۔

۳۔ خبردار میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

۴۔ لوگو! زمانہ جہالت کی ہر بات کو میں اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں جاہلیت کے تمام خون اور قتل اور سودی کاروبار کو ملیا میٹ کرتا ہوں۔

۵۔ عورتوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرنا۔ جس طرح تمہارا ان پر حق ہے۔ اس طرح ان کا تم پر حق ہے۔ انہیں اچھا کھلاؤ، پہناؤ اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ اور ان کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہو۔

۶۔ غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔

۷۔ دنیا کے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی گورے کو

کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی بزرگی اور فضیلت و برتری نہیں ہے۔ تم ایک آدمی کی اولاد ہو جو مٹی سے بنایا گیا تھا۔

۸۔ میں تم میں قرآن کو چھوڑ چلا ہوں۔ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔

۹۔ یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور نہ کوئی نئی اُمت آئے گی۔ ارکان اسلام کی پابندی کرنا۔ نیک کام کرنا۔ اس کے بدلے اللہ تم کو جنّت میں جگہ دے گا۔

۱۰۔ قیامت کے دن تم سے میری بابت پوچھا جائے گا کہ میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچایا ہے یا نہیں۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے۔ اس پر سب لوگوں نے بلند آواز سے کہا یا رسول اللہ! آپ نے خدا کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے اور بہترین طریق پر پیغمبری کا حق ادا کیا ہے۔ اس پر آپ نے تین مرتبہ آسمان کی طرف اُنگلی اٹھائی اور فرمایا۔ اے خدا تو گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ باتیں سنی ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان دوسرے بھائیوں کو بھی سناویں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس موقعہ پر خدا کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا
اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے

دین اسلام کو پسند کیا"۔

حج سے فارغ ہو کر آپؐ نے اپنی عمر مبارک کے مطابق ۶۳ اونٹ ذبح فرمائے اور کچھ دن قیام فرمانے کے بعد واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

## وصال

آپؐ ایک دن ایک جنازہ سے واپس آ رہے تھے کہ سر مبارک میں سخت درد ہونے لگا۔ اور تکلیف دن بدن بڑھتی گئی۔ جب تک ہمت رہی آپ خود مسجد میں جا کر نماز پڑھاتے رہے۔ لیکن جب نقاہت بہت بڑھ گئی تو آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ لیکن آخر وہ وقت آن پہنچا۔ جب آپ کو رفیق اعلیٰ (خدا) سے ملنا تھا۔ چنانچہ آپؐ ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ بروز دوشنبہ صحابہ کو روتا دھوتا چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

آپ کو مسجد نبوی کے پہلو میں حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں ہی دفن کیا گیا۔ کیونکہ آپ نے وہیں انتقال فرمایا تھا ۔

صلوا علیہ وآلہ وسلم

سلسلۂ اسلامیہ

ایمان — ۰—۳۷

اسلام — ۰—۶۲

اسلامی رسمیں اور تہوار — ۱—۰۰

حیات النبیؐ — ۰—۶۲

خلفائے راشدینؓ — ۱—۷۵

بنو امیہ و بنی عباس — ۰—۶۹

انبیائے کرامؑ — ۱—۵۰

فیروز سنز لمیٹڈ